ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:— نصیر احمد قمر

جلد ۵ جمعۃ المبارک ۹/اکتوبر ۱۹۹۸ء شمارہ ۴۱

۱۷/جمادی الثانی ۱۴۱۹ ہجری ☆ ۹/اخاء ۱۳۷۷ ہجری شمسی

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

یادرکھو خدا کے بندوں کا انجام کبھی بد نہیں ہوا کرتا

اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے۔ سچائی پر اگر ہزار گردوغبار ڈالا جاوے پھر بھی وہ باہر نکل کر اپنا جلوہ دکھائے گی

"یادرکھو خدا کے بندوں کا انجام کبھی بد نہیں ہوا کرتا۔ اس کا وعدہ " کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی "(المجادلۃ:۲۲) بالکل سچا ہے اور یہ اسی وقت پورا ہوتا ہے جب لوگ اس کے رسولوں کی مخالفت کریں۔ فریبی مکاروں کی دنیا مخالفت نہیں کیا کرتی کیونکہ دنیاد نیا سے مل جاتی ہے لیکن جسے خدا برگزیدہ کرے اس کی مخالفت ہونی ضروری ہے۔ سچے کے ساتھ ایک بڑے طوفان کے بعد لوگ ملا کرتے ہیں اور عقلمند لوگ جان جاتے ہیں کہ اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اتنی مخالفت پر کیسے کامیاب ہوتا۔ یہ سب امور مخالفت وغیرہ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور اس میں وہ اپنے بندے کا صبر دیکھتا ہے اور دکھلاتا ہے کہ دیکھو جس کو میں انتخاب کرتا ہوں وہ کیسے بہادر ہیں کیونکہ جھوٹے کے لئے پانچ چھ دشمن ہی کافی ہوتے ہیں لیکن ان کے مقابلہ پر ایک دنیا دشمن ہوتی ہے اور پھر یہ غالب آتے ہیں۔ ایک جھوٹا تحصیلدار اگر ایک گاؤں میں چلا جاوے اور ایک ادنیٰ سا آدمی بھی یہ کہہ دے کہ مجھے اس کی تحصیلداری میں شک ہے تو آخر کار وہ اسی دن وہاں سے کھسک جاوے گا کہ میرا پول کھل گیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں چور ہوں۔ جھوٹے کی استقامت کچھ نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی استقامت کا فوق الکرامت نمونہ دکھاتا ہے اور اسے دیکھ دیکھ کر لوگ تنگ آجاتے ہیں اور آخر کار بول اٹھتے ہیں کہ یہ سچوں کی استقامت ہے۔ سچائی پر اگر ہزار گرد و غبار ڈالا جاوے پھر بھی وہ باہر نکل کر اپنا جلوہ دکھائے گی۔

فتنہ کی بات نہ کرو، شر نہ کرو، گالی پر صبر کرو، کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے"۔

(ملفوظات جلد سوم ،طبع جدید، صفحہ ۶۲۰، ۶۲۱)

ایسی کوشش سے اللہ کی پناہ مانگیں جو بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے نہیں۔

یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ کیا واقعۃً ہماری جستجو، ہماری کوششیں اس لئے وقف ہیں کہ لوگوں کو فائدہ پہنچا کر اللہ کی رضا حاصل کریں

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۵/ستمبر ۱۹۹۸ء)

لندن (۲۵/ستمبر): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ المومنون کی آیات ۲ تا ۴ کی تلاوت کی اور ان آیات کا جو ترجمہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ میں پیش فرمایا ہے وہ پڑھ کر سنایا۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کی بعض احادیث پڑھ کر سنائیں جن کا ان آیات کریمہ میں بیان فرمودہ مضمون سے خاص طور پر تعلق ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جو خشوع سے عاری ہو اور ایسی دعا سے جو سنی نہیں جاتی اور ایسے نفس سے جو سیر نہیں ہوتا اور ایسے علم سے جو نفع رساں نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے اس حدیث نبوی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ خشوع و خضوع کی توفیق اللہ ہی سے ملتی ہے اور آنحضرت ﷺ کو ساری عمر یہ خشوع و خضوع حاصل رہا۔ حضور نے فرمایا کہ درحقیقت اس حدیث میں

باقی خلاصہ صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر روزانہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ "ملاقات" کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام احباب کی دینی اور روحانی تعلیم و تربیت کے لئے بے حد مفید اور اہم ہے۔ مختصرات کے اس کالم میں ہم ہفتہ بھر کے پروگرام "ملاقات" کی مختصر ڈائری پیش کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی دوست اصل پروگرام سن یا دیکھ نہیں سکے تو وہ مطلوبہ پروگرام کا حوالہ دے کر اپنے ملک کے شعبہ سمعی و بصری سے یا شعبہ آڈیو ویڈیو (یو۔کے۔) سے اس کی ویڈیو حاصل کر سکیں۔ اس ہفتہ کے پروگرام ملاقات کا مختصر خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے۔

ہفتہ، ۱۹/ستمبر ۱۹۹۸ء:

آج حضور انور کی بچوں کے ساتھ ملاقات کا دن تھا۔ حسب معمول تلاوت قرآن کریم کے ساتھ پروگرام شروع ہوا۔ نظم کے بعد جرمنی کے جلسہ کے تاثرات پر ایک بچی نے تقریر کی۔ اور اپنے مشاہدات کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اور جگہ جگہ یو کے جلسہ اور جرمنی کے جلسہ کا مقابلہ بھی کیا۔ جرمنی میں مہمانوں کی تعداد ۲۴ ہزار کے قریب تھی جبکہ یو کے میں تعداد پندرہ ہزار تھی۔ بہت قسم کی دوکانوں کے علاوہ واقفین نو کا مارچ پاسٹ بھی روح کو گرما دینے والا تھا۔ حضور انور نے بچی کی تقریر کی تعریف فرمائی۔ ایک اور تقریر بھی جلسہ سالانہ جرمنی کے مشاہدات پر کی گئی اور کئی خصوصیات کا ذکر کیا گیا۔ آخر میں امریکہ سے تشریف لائی ہوئی مہمان مکرمہ فاطمہ حنیف صاحبہ نے نغمات سنائے اور حضور انور اور ناظرین سے خراج تحسین وصول کیا۔

اتوار، ۲۰/ستمبر ۱۹۹۸ء:

آج ملاقات کے نارمل پروگرام کے بجائے ۱۹۹۸ء میں بنگال میں سیلاب کی تباہ کاریوں کے مناظر دکھائے گئے۔ اس کے بعد انصار اللہ یو کے کا سالانہ اجتماع کا اختتامی پروگرام دکھایا گیا۔ تلاوت، عہد و نظم کے بعد صدر مجلس انصار اللہ یو۔کے، مکرم رفیق حیات صاحب نے مختصر رپورٹ پیش کی۔ پھر حضور انور ایدہ اللہ نے بعض انعامات تقسیم فرمائے اور بعد ازاں اجتماع سے اختتامی خطاب فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سوۃ آل عمران کی آیت ۱۰۳ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ نئی مجلس عاملہ انصار اللہ ہر طرح سے اصلاحات کی کوشش کر رہی ہے۔ سب سے اہم نئے احمدیوں کے ساتھ رابطہ کا کام تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اب آپ ان لوگوں سے اپنا تعلق جاری رکھیں اور بڑھائیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ خط و کتابت کر کے مجھے رپورٹ کریں کہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے وہ اجتماع پر نہ آسکے۔ اجتماع کے متعلق عمومی تبصرہ کے بعد حضور انور نے تلاوت کی گئی آیات کی تشریح فرمائی اور فرمایا کہ یہ آیات تمام کائنات کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہیں۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ، میں کسی خاص قوم یا دہریہ لوگوں کو ہی بھلائی کی طرف بلانے کا حکم نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خیر وہ ہے جو تمام انسانوں کے نظریہ کے مطابق خیر ہے۔ اسی طرح معروف سے مراد ایسی اچھی باتیں جنہیں سب ہی اچھا کہتے ہیں۔ پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف توجہ دیں اور اس سال کو دعوت الی اللہ کا سال بنادیں۔ خطاب کے آخر پر حضور انور نے دعا کروائی۔

سوموار، ۲۱/ستمبر ۱۹۹۸ء:

آج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ۶/جون ۱۹۹۶ء کو ریکارڈ اور براڈکاسٹ کی گئی ہومیو پیتھی کلاس نمبر ۱۶۳ کا اعادہ کیا گیا۔

منگل، ۲۲/ستمبر ۱۹۹۸ء:

آج حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۲۷۲ ریکارڈ اور براڈکاسٹ ہوئی۔ کلاس سورۃ النجم کی آیت نمبر ۴۸ سے شروع ہوئی اور سورۃ القمر کی آیت نمبر ۲۳ پر ختم ہوئی۔

آیت نمبر ۴۸ تا آخر قرآن مجید خدا تعالیٰ کی طاقتوں اور قدرتوں اور خالقیت کے سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ گزشتہ انبیاء کی قوموں اور بستیوں کے نام لے کر انسان کو متنبہ فرماتا ہے اور درس عبرت دیتا ہے اور ان زیروزبر کی ہوئی بستیوں کے حالات اور انجام پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے جن کو اس نے ہلاک کر ڈالا۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: مختصرات از صفحہ اول

سورۃ القمر میں اقتربت الساعة سے مراد ہے انقلاب برپا کرنے والی گھڑی قریب آگئی ہے۔ چاند کے پھٹنے سے عربوں کی حکومت کے ٹوٹنے کی طرف اشارہ تھا کیونکہ چاند عرب کی حکومت کا نشان تھا۔ اور انہیں اس بارہ میں متنبہ کر دیا گیا تھا اور یہی مقصد تھا کہ تمہارا دور ختم ہو چکا ہے اور اس تنبیہ کی طرف قرآن مجید نے کمال حکمت کے ساتھ اشارہ کیا۔ اگلی آیات میں یوم بعث سے منکر لوگوں کی کیفیت اور حالت کا ذکر ہے کہ جس دن داعی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے لوگ قبروں سے جگہ جگہ اٹھیں گے تو ان کی نظریں ذلت کی وجہ سے سرنگوں ہونگی اور ٹڈی دل کی طرح قبروں سے اٹھ بھاگیں گے۔ ان آیات میں دنیا اور آخرت دونوں کا نظارہ کھینچا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۰ سے حضرت نوح، طوفان نوح اور کشتی نوح کا ذکر ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ہم نے اس (یعنی کشتی نوح کو) ایک نشان کے طور پر چھوڑ دیا ہے جس کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکا ذکر نشان کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ کشتی کن حالات میں کس طرح بنائی گئی اور پھر جودی پہاڑ پر جا رکی وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ اس کشتی کو یادگار کے طور پر بچالیا اور بعد میں آنے والی نسلوں کو اس کا سراغ ملے گا۔ حضور نے فرمایا آج کل اس کی تلاش کی کوشش ہو رہی ہے۔ ساری دنیا میں آثار قدیمہ کے محققین ڈھونڈھ رہے ہیں حالانکہ قرآن مجید نے یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ ایک عالمی طوفان تھا۔ اگر اس وقت اس علاقے میں کشتی بچالی گئی تو اس کی حفاظت کیسے کی گئی۔ اس لئے احمدی محققین کو میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ کشتی بچ گئی تو برف سے خالی علاقوں میں ہوگی اس لئے پہاڑوں کے بجائے اسے زیر زمین تلاش کریں۔

بدھ، ۲۳ر ستمبر ۱۹۹۸ء :

آج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۲۷۳ ریکارڈ اور براڈکاسٹ کی گئی۔ حضور انور نے کل والی کلاس نمبر ۲۷۲ کے اختتام پر فرمایا تھا کہ حضرت صالح کی قوم پر جس کا سورۃ القمر کی آیت نمبر ۳۲ میں ذکر ہے ایک ہی اچانک آواز کے ساتھ آنے والے عذاب کا ذکر نہیں بلکہ یہ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ ان پر لمبے عرصے تک پے در پے عذاب آتے رہے۔ اور صیحة واحدة کا وہ مفہوم جو عوام سمجھتے ہیں ٹھیک نہیں۔ صیحة واحدة کے تعلق میں بنیادی آیات سورۃ صٓ کی آیات ۱۳ تا ۱۶ ہیں جن میں قوم نوح، عاد، فرعون اور ذی الاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب الایکۃ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ احزاب تھے جنہوں نے رسولوں کا انکار کر دیا اور عذاب ان پر صادق آگیا اور پھر ان الفاظ میں ان پر آنے والے عذاب کا ذکر فرمایا، ”و ما ینظر هٰؤلاء الا صیحة واحدة ما لها من فواق“۔ حضور انور نے فرمایا کہ صیحة واحدة کا مطلب سمجھنے کے لئے لفظ فواق کا سمجھنا ضروری ہے یعنی ایسا عذاب جس کے درمیان کوئی وقفہ اور مہلت نہ ملے اور ہمیشہ چلتا رہے۔ حضور نے تفصیل سے مختلف آیاتِ قرآنی کے حوالے سے اس مضمون کو بیان فرمایا اور اس تعلق میں ”و کان فی المدینة تِسعَةَ رَهطٍ“ کی آیت کا بھی ذکر آیا۔ حضور انور نے فرمایا کہ المدینہ سے مراد دارالحکومت ہے اور رھط سے مراد کسی گروپ کا نمائندہ فرد ہے۔ حضور نے بتایا کہ اس زمانہ میں بھی ایسا واقعہ ہوا ہے۔ قرآن مجید کا یہ اسلوب ہے کہ ماضی کے ذکر سے مستقبل میں بھی ویسے ہی حالات پیدا ہونے کا اشارے کرتا ہے۔ اس ضمن میں حضور نے پاکستان میں اسلام آباد میں حضور انور کے خلاف فسادیوں کی طرف سے قتل کی سازشوں اور ان سے بفضلہٖ نجات کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ مَكَرُوا مَكراً وَمكرنَا مكراً کا نظارہ تھا جو ہم نے دیکھا۔ لیکن اسی آیت کے آخر میں وَدَمَّرنَاهُم و قَومهُم اَجمَعِین کا انذار بھی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ احمدیت کی مخالفت میں ساری قوم ان ملاؤں کے پیچھے ہے اور اسوقت ان کی حالت دَمَّرنا والی ہے۔ آپس میں پھٹے پڑے ہیں۔ بستی بستی، قریہ قریہ، قتل و غارت، چور بازاری، ڈاکہ زنی وغیرہ کے واقعات ہو رہے ہیں اور یہی ان مسلمانوں کی علامت بن چکی ہے۔ اور پھر ایسوں کا انجام بہت ڈروالا حصہ ہے کہ ان کے ویران گھر نشان کے طور پر گرے پڑے ہیں۔ حضور انور نے گہرے فکر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حالات اس طرف تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں اور ایران جنگ کی تیاری میں ہے۔ ایرانی قوم میں یہ بہادری ہے کہ جب وہ فیصلہ کر لیں کہ انتقام ان کا حق بن چکا ہے تو عواقب سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ جنگ چھڑ گئی تو کیا ہندوستان اس سے فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ اور پھر لات حین مناص کا انذار بھی موجود ہے۔ کیونکہ یہ جنگ ایٹمی جنگ میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے جس کے نتیجے میں بہت سی بستیاں اور شہر خاویہ ہو جائیں گے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ایک امکان ایسی صورت حال سے نپٹنے کا یہ ہے کہ پلاننگ کر کے اس وقت بڑے شہروں کو چھوڑ دیا جائے اور افراتفری سے پہلے منصوبہ تیار ہو۔ اس حوالے سے میں چاہتا ہوں کہ پاکستان کی احمدیہ جماعت اس احتمال کو پیش نظر رکھے۔ کیونکہ یہ جنگ بھڑک کر ایٹمی جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے اور یہی بات امریکہ نے کہی ہے۔ اگرچہ ایٹمی جنگ طالبان کے بس میں نہیں لیکن پاکستان اور ہندوستان کے بس میں ہے۔ اگر پاکستان پر دباؤ اتنا بڑھ جائے کہ پاکستان مجبور ہو جائے یا پھر پاکستان اتنا دباؤ ڈالے کہ ہندوستان کو کشمیر خالی کرنا پڑے اس صورت میں ہندوستان پاکستان پر ایٹمی حملہ کر سکتا ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اس وقت سے پہلے خدا ان کو ہدایت دے۔ حضور انور نے فرمایا کہ میں آج کل خاص طور پر عوام کو اپنی دعا میں شامل کر رہا ہوں کیونکہ مَزِّقهُم کُلَّ مُمَزَّقٍ میں اشرار شامل ہیں۔ عوام تو زیادہ تر معصوم ہیں اور اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَومی فَاِنَّهُم لاَ یَعلَمُون کے زمرہ میں آتے ہیں۔ بنگلہ دیشیوں کا بھی یہی حال ہے۔ حالات حاضرہ کو دیکھ کر اگر لوگ احمدیت کی طرف مائل ہو جائیں تو قوم بچ سکتی ہے ورنہ قوم نوح کی پکڑ سے عبرت سیکھیں اگر اُن سے رعایت نہ ہوئی تو اِن سے کیسے ہوگی۔ آیت نمبر ۴۷ کے تعلق میں حضور انور نے منکرین کی تباہی کی گھڑی کے کڑوا اور مہلک ہونے کے بارے میں فرمایا کہ ایسی گھڑی کے کڑوا اور مہلک ہونے کا خاص نشان مجھے بھی دکھایا گیا جب بھٹو کے پکڑے جانے کے آثار بھی ظاہر نہ تھے تو میں خواب میں یہی الساعة ادهی و امر کے الفاظ دہرا رہا تھا۔ جتنا بھٹو کا انجام کڑوا تھا اتنا اور کوئی نہ تھا اور اس زمانے میں ان کے سب سے بڑے ہیرو کا انجام سب سے کڑوا ہوا۔

جمعرات ۲۴ر ستمبر ۱۹۹۸ء :

آج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۱۶۴ نشر مکرر کے طور پر دکھائی گئی جو ۷ رجون ۱۹۹۶ء کو پہلی مرتبہ ریکارڈ اور براڈکاسٹ کی گئی تھی۔

جمعۃ المبارک، ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۸ء :

آج فرنچ بولنے والے زائرین کے ساتھ حضور انور کی ملاقات اور سوال و جواب کا دن تھا۔ مختصر کارروائی اپنی ذمہ داری پر درج ذیل ہے :

☆...... آج ماریشس میں جماعت کا جلسہ سالانہ شروع ہے اور انہوں نے حضور انور کی خدمت میں سلام اور جلسہ کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

حضور انور نے تمام حاضرین جلسہ کو وعلیکم السلام فرمایا اور فرمایا کہ وہ اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کو سمجھیں کیونکہ وہاں کی عاملہ کی رپورٹ میں مجھے بتایا گیا ہے کہ قدرے سستی برتی جا رہی ہے۔

☆...... حضرت یوسفؑ کے والد باقی بیٹوں سے زیادہ ان سے پیار کیوں کرتے تھے ؟

حضور انور نے فرمایا یہ ان کی نیکی کی وجہ سے ہو سکتا ہے کیونکہ نسبتاً نیک بچوں کو والدین زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے بچپن میں ہی ایک روحانی آسمان پر چمکنے والا ستارہ ہونے کا خواب دیکھا تھا۔

☆...... خدا تعالیٰ قادر ہے تو اپنے احکام فرشتوں سے کیوں کرواتا ہے ؟ حضور نے فرمایا فرشتے بھی تو اسی کے پیدا کردہ ہیں جو اپنے پیدا کرنے والے قادر کی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جتنا طاقتور آقا ہوگا اسی نسبت سے اس کے خادم بھی ہونگے۔

☆...... دوسری جنگ عظیم میں کیا یہودیوں کے Mass Murder کے متعلق کوئی پیشگوئی تھی ؟

حضور نے فرمایا کہ کوئی ایسی خاص پیشگوئی تو نہ تھی لیکن قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو مصائب کا سامنا ہوگا۔ پہلے انہیں انگریزوں نے نکالا اور پھر جرمنی سے نکال دئے گئے۔ یہ Hollocausts قرآنی پیشگوئی کی تصدیق کرتے ہیں۔

☆...... سورۃ التحریم کی آیات ۱۲، ۱۳ میں پہلے امرأة نوح کی مثال کا ذکر ہے کہ انہوں نے خدا سے جنت میں گھر بنانے اور فرعون سے نجات دلانے کی دعا کی لیکن آیت نمبر ۱۳ میں حضرت مریم کی طرف سے کوئی دعا نہیں کی گئی۔ وجہ کیا ہے ؟

حضور انور نے فرمایا کہ فرعون کی بیوی دائمی طور پر فرعون کے موسیٰؑ کو اذیت پہنچانے کی وجہ سے فرعون سے نالاں تھی اس لئے وہ موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ چکی تھی۔ لیکن حضرت مریم کا قصہ ہی مختلف تھا وہ ہر طرح سے مطمئن تھیں۔ خدا کی پناہ میں تھیں اور بشارات ملتی تھیں۔

☆...... جب خدا تعالیٰ خبیر ہے اور ہماری ضروریات کا اسے پتہ ہے تو پھر اس سے دعا کیوں مانگیں ؟

حضور انور نے فرمایا تم اس کے شکر گزار بندے بن کر رہو۔ خدا تعالیٰ ان کی ضروریات پوری کرتا ہے جو اس سے مانگتے ہیں اور اسی پر انحصار رکھتے ہیں۔ جو اسے نظر انداز کرتے ہیں وہ بھی ان کو بھلا دیتا ہے۔

☆...... آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین کہلاتی ہیں تو آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ کا کیا مقام ہوا؟

حضور نے فرمایا وہ مومنین کی والدہ نہ تھیں کیونکہ ابھی ایمان آیا نہیں تھا۔ یہ اصطلاح صرف انبیاء کی ازواج ہی کے لئے ہے۔ کسی نبی کی زوجہ نے ان کی وفات کے بعد کسی اور سے شادی نہ کی۔ میرے مطالعہ کا ماحصل تو یہی ہے اگر کسی کو اس کے برعکس کوئی مثال معلوم ہے تو مجھے مطلع کرے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل سوالات بھی کئے گئے :

☆...... افریقن جو انگلینڈ میں آتے ہیں وہ کاروبار میں ایشین کے مقابلے میں کمتر ہوتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟

☆...... Genes اور Soul میں کیا تعلق ہے ؟

☆...... سورۃ "قٓ" میں آیت نمبر ۵۰ میں جن دو دائیں اور بائیں ریکارڈ کرنے والے فرشتوں کا ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے ؟

☆...... سورۃ الفاتحہ کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک سر بمہر رکھ جائیں گے کا کیا مطلب ہے ؟

☆...... ماریشس میں مسلمان احمدیت کے بہت مخالف ہیں۔ انہیں کس طرح نرم کیا جائے ؟

☆...... آنحضرت ﷺ کس قسم کی غذا استعمال فرماتے تھے ؟

(مرتبہ: امتہ المجید چوہدری)

عصر حاضر میں دہریت کا سر کچلنے اور توحید باری و حقیّت فرقان مجید اور صداقت اسلام کے اثبات کے لئے

سیدنا حضرت امیر المومنین ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز کی

نہایت بلند پایہ علمی و تحقیقی تصنیف

Revelation, Rationality, Knowledge & Truth

خدا تعالیٰ کے فضل سے طبع ہو کر دستیاب ہے۔

یہ کتاب اسلام کے حق میں عالمگیر انقلاب پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والی ہے۔

اس کی بکثرت اشاعت میں بھرپور حصہ لیجئے۔ خود بھی خریدئے اور اہل علم دوستوں کو بھی پیش کیجئے۔

سیرت المہدی ؑ کا ایک ورق

(حضرت صوفی نبی بخش صاحب احمدیؓ کا ایک مضمون مذکورہ بالا عنوان سے اخبار الحکم ۱۴؍ تا ۲۱؍ نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا جو ذیل میں ہدیہ قارئین ہے —— (ادارہ)

.... میں نے جو تہجد میں سورۃ فاتحہ اور درود شریف اور استغفار کے ...... پڑھنے کا طریق شائع کرایا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے۔ اس تحریر کی بناء پر پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں۔

بارہا مہمات عظیمہ میں مَیں نے ان کو پڑھا ہے۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنی حاجت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ اور اس نے اپنے فضل و کرم سے ان کے ذریعہ میری حاجات کو پورا کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

سورۃ فاتحہ کے خواص و تاثیرات

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا جو طریق بیان فرمایا ہے اس کو برادران طریقت کے فائدہ کے لئے مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ تاکہ ہر ایک شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

"دلی حضور سے اپنی نماز میں اس کو وِرد کر لینا اور اس کی تعلیم کو فی الحقیقت سچ سمجھ کر اپنے دل میں قائم کر لینا تنویرِ باطن میں نہایت دخل رکھتا ہے۔ یعنی اس سے انشراح خاطر ہوتا ہے اور بشریت کی ظلمت دور ہوتی ہے۔ اور حضرت مبدء فیوض کے فیوض انسان پروارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور قبولیتِ الٰہی کے انوار اس پر احاطہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ترقی کرتا کرتا مخاطباتِ الٰہیہ سے سرفراز ہو جاتا ہے اور کشوفِ صادقہ اور الہامات واضحہ سے تمتع حاصل کرتا ہے۔ اور حضرتِ الوہیت کے مقربین میں دخل پالیتا ہے۔ اور وہ وہ عجائبات القائے غیبی اور کلام لاریبی اور استجابتِ ادعیہ اور کشف مغیبات اور تائید حضرتِ قاضی الحاجات اس سے ظہور میں آتی ہیں کہ جس کی نظیر اس کے غیر میں نہیں پائی جاتی"۔

(براہین احمدیہ، طبع اول، صفحہ ۵۲۵، ۵۲۷)

پھر اس کے بعد سورۃ فاتحہ کے خواص و تاثیرات اور تجربات پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"یہ عاجز اپنے ذاتی تجربہ سے بیان کرتا ہے کہ فی الحقیقت سورۃ فاتحہ مظہرِ انوار الٰہی ہے۔ اس قدر عجائبات اس سورۃ کے پڑھنے کے وقت دیکھے گئے ہیں کہ جن سے خدا کے پاک کلام کا قدر و منزلت معلوم ہوتا ہے۔ اس اسوۂ مبارک کی برکت سے اور اس کی تلاوت کے التزام سے کشف مغیبات اس درجہ تک پہنچ گیا کہ صدہا اخبار غیبیہ قبل از وقوع منکشف ہوئیں۔ اور ہر یک مشکل کے وقت اس کے پڑھنے کی حالت میں عجیب طور پر رفع حجاب کیا گیا اور قریب تین ہزار کے کشف صحیح اور رویاء صادقہ یاد ہے کہ جو اَب تک اس عاجز سے ظہور میں آچکے اور صبح صادق کے کھلنے کی طرح پوری بھی ہو چکی ہیں۔ اور دو سو جگہ سے زیادہ قبولیت دعا کے آثار نمایاں ایسے نازک موقعوں پر دیکھے گئے جن میں بظاہر کوئی صورت مشکل کشائی کی نظر نہیں آتی تھی اور اسی طرح کشف قبور اور دوسرے انواع اقسام کے عجائبات اسی سورۃ کے التزام ورد سے ایسے ظہور پکڑتے گئے کہ اگر ایک ادنیٰ پرتو ان کا کسی پادری یا پنڈت کے دل پر پڑ جائے تو یک دفعہ حُبِّ دنیا سے قطع تعلق کر کے اسلام کے قبول کرنے کے لئے مرنے پر آمادہ ہو جائے"۔

(براہین احمدیہ، طبع اول، صفحہ ۵۲۸، ۵۲۹)

اس لئے التماس ہے کہ آپ سورۃ فاتحہ کے خواص اور تجربات و تاثرات کو تحدیث نعمت کے طور پر اپنی اخبار میں شائع کر دیں تاکہ جن لوگوں کو براہین احمدیہ کے پڑھنے کا موقعہ نہ ملا ہو وہ آپ کے اخبار سے فائدہ اٹھا کر آپ کو اور اس خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

هم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

☆......☆......☆

تین نسخے

اس کے علاوہ تین نسخے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے پہنچے ہیں۔ دو کا خود میں نے تجربہ کیا ہے جو از حد مفید ہیں اور تیسرے نسخہ کے بنانے اور استعمال کا موقعہ نہیں ملا۔ اگر کوئی شخص چاہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے۔

☆......الف : گورداسپور کے مقدمات کے دوران میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولوی کرم دین ساکن بھیں ضلع جہلم کے درمیان چل رہے تھے۔ ایک دفعہ حضور نے عشاء کی نماز ختم کرنے کے بعد وتر اس طریقہ سے پڑھے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اور بعد میں ایک رکعت علیحدہ پڑھی۔ لیکن قنوت اس طرح سے نہیں پڑھا جس طرح ہم پڑھتے ہیں۔ میں جرأت نہ کر سکا کہ اس صورت کی تفصیل دریافت کر سکوں اس لئے خاموش رہا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ضعف دماغ کے لئے کوئی نسخہ فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ سونف اور دھنیہ کے چاول نکال کر یعنی دونوں کو کوٹ کر اوپر سے چھلکا دور کر دیا جائے۔ پھر خالص روغن گاؤ میں بریان کیا جائے۔ اور بعد میں چکی میں باریک پیسا جائے۔ اس کے بعد دیسی کھانڈ اس میں ملائی جائے۔ اور رات کو سوتے وقت ایک ہتھیلی کے برابر استعمال کی جاوے۔ لیکن بعد استعمال کے پانی نہ پینا چاہئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ نسخہ میں نے اور میرے خاندان کے اکثر ممبروں نے استعمال کیا ہے۔ دماغ، بصارت اور تبخیر معدہ کے لئے مفید ہے۔ مثلاً سونف کے چاول ایک پاؤ، دھنیے کے چاول ایک پاؤ۔ ان دونوں کو ملا کر گھی میں بریاں کیا جاوے۔ اور پھر خوب پیس کر دیسی کھانڈ ملائی جاوے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے استعمال کیا جاوے۔

☆......ب : دوسرا نسخہ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ موتی رام ایک کلرک میرے ماتحت کام کرتا تھا۔ وہ ایک موقعہ پر اپنا کام پورا نہ کر سکا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میری آنکھوں سے پانی بہتا ہے جس کی وجہ سے اچھی طرح کام نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ تم ایک نسخہ بنالو جو مجھے حضرت مرزا صاحب سے پہنچا ہے اور وہ یہ ہے۔

کہ (آنولہ، بلیلہ، ہلیلہ) اس کو اصطلاح طب میں ترپھلہ کہتے ہیں۔ یہ تینوں ادویات ہموزن ہوں مثلاً ایک ایک پاؤ لے کر کوٹ کر اس میں دو چند خالص شہد ملاؤ۔ اور ایک مرتبان میں ڈال کر اور سرپوش دے کر اوپر سے آٹا لگا دیں تاکہ وہ سرپوش اپنی جگہ سے الگ نہ ہو سکے۔ اور اکتالیس دن تک گندم کے اندر محفوظ جگہ پر رکھ دو۔ مثلاً ایک بوری گندم ہو اس کے درمیان رکھ دو۔ بعد ایام مذکورہ کے مرتبان کو اپنے سرہانے رکھ چھوڑو۔ سوتے وقت ۲ ماشہ، ایک پاؤ دودھ سے استعمال کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ از حد مفید ہوگا۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور دو ہفتہ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہو گیا اور آنکھوں سے جو پانی بہتا تھا بالکل بند ہو گیا اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک

☆......ج : تیسرا نسخہ سم الفار کا ہے۔ لیکن مجھے کبھی اس کے استعمال کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم اس کو لکھ دیتا ہوں۔ اگر کوئی دوست تجربہ کرنا چاہیں تو کر کے دیکھ لے۔

ایک دفعہ میں حضور کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضور نے سم الفار کے استعمال کا طریق فرمایا کہ کونڈا دودھ کا (جس میں ہمارے ملک کے حلوائی دہی جماتے ہیں) لیا جاوے اور اس کو جاگ لگائی جائے ایک تولہ سم الفار باریک پیس کر اس پر چھڑکا جائے۔ اس طرح سے دہی کی صورت میں جم جائے گا۔ تو ایک بڑے چٹورے میں ڈال کر اس کو خوب زور سے بلویا جائے (رڑکا جائے) جیسا کہ لسّی اور مکھن کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ لسّی کو کسی ایسی جگہ پھینک دیا جائے جس کو کوئی دوسرا نہ استعمال کرے۔ اس سے جو مکھن نکلے اس کو اتنا گرم کیا جائے جیسا کہ گھی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ پھر وہ گھی ایک شیشی میں ڈال کر حفاظت سے رکھا جائے۔ سردیوں کے دنوں میں رات کے وقت آدھ سیر دودھ میں ایک دو قطرہ کے برابر اس میں ڈال کر استعمال کیا جاوے نہایت مفید ہے.........☆......☆

ٹیبل ماؤنٹین
(Table Mountain)

(آصف علی پرویز)

کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کے انتہائی کونے پر ایک نہایت ہی خوبصورت شہر ہے۔ یہ شہر اکثر اطراف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے خواہ دن ہو یا رات ہو شہر کا نظارہ نہایت ہی خوبصورت ہے۔ اس شہر کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اس کے ایک طرف بحر ہند اور دوسری طرف بحر اوقیانوس ہے۔ موسم تقریباً سارا سال معتدل ہی رہتا ہے۔ انگلستان میں جب موسم گرما ہوتا ہے تو کیپ ٹاؤن میں موسم سرما۔

کیپ ٹاؤن میں ایک پہاڑ ٹیبل ماؤنٹین (Table Mountain) کہلاتا ہے۔ اگرچہ پہاڑوں پر چڑھنے کے شوقین، پیدل پہاڑ کی چوٹی تک جا سکتے ہیں لیکن سیاحوں کے لئے پہاڑ کی بلندی تک جانے کے لئے Cable Car چلتی ہے جو پندرہ منٹ میں پہاڑ کی چوٹی تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ پہاڑ اوپر جا کر میز کی طرح ہموار ہے اسی لئے اس کا نام ٹیبل ماؤنٹین ہے۔ اوپر پہنچ جانے کے بعد آپ بغیر کسی خوف و خطر کے سینکڑوں گز تک یوں چل سکتے ہیں جیسے عام زمین پر چل رہے ہوں۔ سیاحوں کی دلچسپی کے لئے مصنوعی طور پر ایسی بالکونیاں بنائی گئی ہیں جن پر کھڑے ہو کر شہر کا خوبصورت نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

پہاڑ پر تقریباً ۴۰۰ اقسام کے مختلف پودے اور جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح ۵۰ سے زائد اقسام کے مختلف جانور پائے جاتے ہیں جن میں سب سے نمایاں خرگوش کی طرح کا جانور ہے جسے انگریزی میں Hyrax کا نام دیا گیا ہے۔

پہاڑ کی چوٹی سے مشہور جزیرہ Robin Island نظر آتا ہے۔ یہ وہ جزیرہ ہے جہاں جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کے خلاف جدوجہد کرنے والے قیدی رکھے جاتے تھے۔ جن میں نمایاں طور پر جنوبی افریقہ کے موجودہ صدر نیلسن منڈیلا بھی تھے۔ ☆......☆......☆

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact: Anas Ahmad Khan
204 Merton Road London SW18 5SW
Tel: 0181-333-0921 \ 0181-448-2156
Fax: 0181-871-9398

Watch Huzur everyday on Intelsat

SUPER OFFER

Zee-TV Cards & Dec
>DM589.00<
This offer is for short time
Digital & Analog Dec.
Rec LCN & Dish are available
just call Saeed A.Khan
Authorised ZEE TV (Agent)
Tel: 00-49 -8257 1694
Fax: 00-49 -8257 928828
Helpline: 0049 171 343 5840
e-mail:S.Khan@t-online.de
Apna TV
SKY

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز کے

دورہ جرمنی ۱۹/ تا ۳۱/ اگست ۱۹۹۸ء کی

مصروفیات کی ایک جھلک

(قسط نمبر ۲)

۲۲/ اگست ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی جماعت احمدیہ جرمنی کی مستورات کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان سے براہ راست مخاطب ہو کر انہیں اپنی بیش قیمت نصائح سے نوازنے کے لئے ان کی جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ چنانچہ جلسہ سالانہ جرمنی کے دوسرے روز (۲۲/ اگست ۱۹۹۸ء کو) ساڑھے گیارہ بجے قبل از دوپہر حضور انور کی صدارت میں یہ خصوصی اجلاس تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام میں سے چند اشعار پڑھے جانے کے بعد حضور انور نے مستورات سے خطاب فرمایا جو کہ مردانہ جلسہ گاہ میں بھی براہ راست سنا گیا۔ اس کے مختلف زبانوں میں رواں تراجم کا انتظام بھی موجود تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ الحج کی ۳۷ویں آیت کی تلاوت سے اپنے خطاب کا آغاز کیا اور فرمایا کہ اس میں اور مضامین کے علاوہ ایک یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے "وا طعموا القانع والمعتر" کہ وہ جو قانع ہے اس کو بھی کھلاؤ اور وہ جو غربت کی وجہ سے پریشان حال ہے اس کو بھی کھلاؤ۔ چنانچہ اس آیت میں بیان شدہ ایک مضمون "قناعت" سے متعلق حضور انور نے وضاحت فرمائی کہ اس مضمون کے بارے میں آیات قرآنیہ اور احادیث جمع کرنے کے لئے جن علماء کو کہا گیا تھا انہوں نے صرف لفظ "قانع" کو مدنظر رکھ کر کوشش کی اور انہیں مطلوبہ مواد نہ مل سکا۔ وہ صرف لفظ کی پیروی کرتے رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم قناعت کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی بہت دفعہ یہ مضمون بیان ہوا اور اب اتنا مواد اکٹھا ہو گیا ہے کہ اس کو سمیٹنا مشکل ہے۔

بچوں کی تربیت کے لئے قناعت لازم ہے

اس مختصر تمہید کے بعد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے قناعت کے مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قناعت کا تعلق ایثار سے بھی ہے۔ آج کل چونکہ جرمنی میں خدا کے فضل سے بہت تبلیغ ہو رہی ہے جس کا تعلق ایثار سے ہے لیکن اگر قناعت ساتھ نہ ہو تو ایثار کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح حضور نے فرمایا کہ جرمنی میں بچوں کی تربیت کے لئے قناعت لازم ہے اور اس لحاظ سے یہ مضمون آج آپ کے لئے بہت برمحل ہے۔ اس ضمن میں حضور انور ایدہ اللہ نے لغت کے اعتبار سے لفظ قناعت کی مختلف تشریحات بیان کیں اور فرمایا کہ یہ ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کے معانی بہت ہی متفرق جگہوں پر اطلاق پاتے ہیں اور ان کا خصوصی تعلق خواتین سے ہے۔

قناعت کا مطلب ہے راضی برضا رہنا

حضور نے فرمایا اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جو کچھ دیا گیا اس پر راضی رہنا۔ اس سائل کو قانع کہتے ہیں جسے جو دیا جائے اس پر راضی ہو جائے۔ قناعت کا اصلی لغوی معنی یہ ہے کہ عورت نے حجاب پہنا کیونکہ قناعت کے لفظ میں حجاب شامل ہے۔ گویا اپنے آپ کو ڈھانپ کے رکھنا قناعت ہے۔ اسی طرح حضور نے دعاؤں کے سلسلے میں بھی اس مضمون کا اطلاق کر کے بیان فرمایا کہ دعائیں مانگنے کے باوجود جو کچھ ملے اس پر راضی رہنا اور جو نہیں ملا اس پر شکوہ نہ ہو۔ یہی مضمون آپ کے بچوں پر بھی اطلاق پائے گا جب آپ ان کو سمجھائیں گی اور رہنے کے سلیقے سکھائیں گی۔ اس سلسلے میں ایک بہت ہی اہم معنی یہ فرمایا کہ اونٹ یا بکری جب اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹتے ہیں تو کہتے ہیں یہ بھی قناعت ہے مثلاً جب آپ کے بچے باہر نکل کر آپ کی طرف لوٹیں گے تو یہ بھی ان کا ایک قناعت کا انداز ہے یعنی باہر سے راضی نہ ہونا اور گھر سے راضی ہو جانا۔

حضور نے فرمایا کہ ایک بہت ہی عظیم الشان معنی یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنی پوری استطاعت کے مطابق جتنی سربلندی حاصل ہو وہ حاصل کر کے رہے، نہ یہ کہ جتنی بلندی مل جائے اس پر قناعت کرے۔ مذکورہ بالا چھ لغوی معانی کی تشریح حضور نے بہت ہی پُر معارف انداز میں اس طرح فرمائی کہ یہ زندگی کے ہر پہلو پر حاوی مضمون نظر آتا ہے اور خاص طور پر مغربی معاشرے کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور انور نے تمام احمدی احباب کو اس مضمون کو اپنی زندگیوں میں جاری کرنے کی تاکید فرمائی۔

اس مضمون سے تعلق رکھنے والی سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۲ اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۴ کی روشنی میں مزید وضاحت کرتے ہوئے اصحاب الصفۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے قرب کی خواہش میں وہ لوگ صرف اس قدر کماتے تھے جو کہ گزارے کے لئے کافی ہو۔ وہ حضور کی صحبت پر قانع تھے۔ قرآن کریم تو قناعت کے مضامین سے بھرا پڑا ہے اور کثرت سے ایسی احادیث ملتی ہیں جو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اسوہ کو پیش کرتی ہیں۔ چنانچہ سوال کرنے سے بچنا حیا ہے اور حیا کے پردے کو بھی قناعت ہی کہتے ہیں۔

قناعت کا پردہ سے تعلق

خواتین سے اس مضمون کا خصوصی تعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چہرے کو ڈھانپنا قناعت کا لفظی ترجمہ ہے۔ عورت تبھی قانع ہو گی جب وہ اپنے آپ کو ڈھانپے گی ورنہ اس لفظ کے بنیادی مضمون سے ہی وہ غافل ہے۔ پس اس پہلو سے آپ کو اپنی بچیوں کی تربیت کا ایک بہت اچھا گر ہاتھ آ گیا۔ حضور نے فرمایا کہ بعض بچیاں جب باہر نکل کر پردہ اٹھا دیتی ہیں ان کو سمجھانا چاہئے کہ اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کر رہی ہو اور قناعت کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے چہروں کو جس حد تک چلنے پھرنے کے لئے ضروری ہے اس حد تک ننگا کرو اور باقی حصے کو ڈھانپو۔

حضور انور نے اس سلسلہ میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ جو کچھ آپ ان کو دیں اس پر وہ راضی ہو جایا کریں اور پیچھے پڑ کر مانگنے کی عادت نہ ہو۔ ماؤں کی طاقت سے بڑھ کر بچے سوال کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں مائیں پھر جائز ناجائز کا فرق بھول جاتی ہیں اور اپنے بچوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ناجائز طریق پر بھی کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بعض ماؤں کے متعلق میرے علم میں آتا رہتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی چوری جائز سمجھتی ہیں اس طرح کہ اس کی جیب سے کچھ نکالا اور بچوں پر خرچ کر دیا۔ یہ بھی قناعت کے خلاف ہے۔ اور بچوں کو بھی سکھانے کی ضرورت ہے کہ ہم جو کر رہی ہیں یہ غربت کی وجہ سے نہیں کیونکہ قناعت کا ایک یہ معنی ہے کہ توفیق ہو اور پھر بھی کسی اعلیٰ غرض کی خاطر بچایا جائے۔ مثلاً بچوں کو بتایا جائے کہ دعوت الی اللہ کے لئے یا دیگر دینی اغراض کے لئے بچایا ہے۔ اس معنے کے اعتبار سے آپ کی جماعت کو قناعت کی بے انتہاء ضرورت ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس کے نتیجے میں بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ درجے کی تربیت ہو گی۔ محبت کے اعلیٰ تقاضے یہ ہیں کہ بچوں کی ایسی عمدہ تربیت کی جائے کہ وہ خدا کے قریب تر ہوں نہ کہ اس سے دور ہٹ رہے ہوں۔ تو بچپن ہی میں لفظ قناعت نے آپ کو پردہ سکھا دیا، ان بچیوں کو پردہ سکھا دیا جو سمجھتی ہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ حضور نے ایسی بچیوں سے متعلق وضاحت فرمائی کہ وہ گھر کے ماحول پر قناعت نہیں کرتیں بلکہ ان کو غیر آنکھیں چاہئیں جو ان کو دیکھیں اور ان کی تعریف کریں اور ان کے لئے اپنے دل میں ایک حرکت محسوس کریں۔ اور یہ قناعت کے خلاف ہے۔

پردہ کی اہمیت

پردہ کی اہمیت کو مزید واضح کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے تاکیدی نصیحت فرمائی کہ اپنی بچیوں کو سکھائیں کہ وہ اگر سر ڈھانپ لیتی ہیں اور پیچھے سے کھلے بال چھوڑ دیتی ہیں تاکہ وہ پیچھے لہراتے رہیں اور دیکھنے والے بڑے پیار سے ان کو دیکھیں تو یہ قناعت کے خلاف ہے۔ قناعت اسی میں ہے کہ اپنی زینت کو بھی چھپا کے رکھیں اور صرف ان پر اپنی زینت ظاہر کریں جن کو خدا اجازت دیتا ہے۔ اس صورت میں قناعت کا مضمون پوری طرح صادق آئے گا۔ حضور نے اس مضمون کی اہمیت پر مزید زور دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے معاشرے میں بچیوں کو یہ سکھانا بہت ضروری ہے اور سمجھانا ضروری ہے کیونکہ محض لفظی سمجھانا کام نہیں دے گا۔

حضور نے فرمایا کہ بچیوں کو قناعت کا مضمون سمجھانا پڑے گا تاکہ وہ قانع ہو جائیں اور غیر لوگوں کی گندی آنکھوں سے لذت محسوس نہ کریں۔ اب یہ سمجھانا بھی ضروری ہے کہ غیر جب دیکھے گا گندی نظر سے دیکھے گا تو کیوں پسند کرتے ہو اپنے لئے کہ تمہارے لئے غیروں کی ناپاک نظریں اٹھ رہی ہوں اور تم پر حرص کر رہی ہوں۔ یہ چیز رفتہ رفتہ تمہیں کھینچ کر غیر معاشرے کی طرف لے جائے گی۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہم تو معمولی سا دکھاوا کر رہی ہیں۔ یہ معمولی سا دکھاوا ہیں نہیں ٹھہرا کرتا بلکہ قناعت کے نتیجے میں ہی انسان صبر اختیار کرتا ہے اور قناعت کا فقدان ہو تو انسان ایک جگہ ٹھہرا ہی نہیں کرتا۔

حضور انور نے فرمایا لفظ قناعت میں دیکھو کتنے کتنے معانی پوشیدہ ہیں اور ان سب پر آپ نظر رکھیں تو آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے تربیت کے گہرے حکمت کے راز معلوم ہوں گے۔

دعاؤں کے ضمن میں اس مضمون کے اطلاق پانے سے متعلق حضور انور نے اس بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا جس کی دعائیں ایک لمبے عرصہ سے رد کی جا رہی تھیں اور وہ اس پر راضی تھے اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے ان کی ساری دعائیں قبول فرما لیں۔ اس کو کہتے ہیں قناعت یعنی خدا کی مرضی پر قناعت کر جانا مگر مانگتے چلے جانا۔ پھر وہ جو بھی دے اس پر راضی ہو جاؤ۔ آپ اپنے بچوں کو بھی سمجھائیں کہ اس رنگ میں دعائیں کیا کریں مانگتے رہیں، مانگتے رہیں، پھر اللہ کی مرضی ہے وہ نہ دے تو پھر بھی راضی ہو اس کو قناعت کہتے ہیں۔ اس ضمن میں حضور نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظوم کلام میں سے ایک مصرعہ کے حوالے سے فرمایا کہ اس میں قناعت کا مضمون بہت عمدگی سے حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ؎

"راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو"

اپنے گھروں پر قانع ہو جائیں

ایک بہت اہم امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قناعت کے وہ معانی بیان فرمائے جن میں جانوروں اور پرندوں چرندوں کے شام کو اپنی پناہ گاہوں میں لوٹ جانے کا ذکر ہے کہ خواہ دن چھوٹا ہو یا بڑا، ان کو کھانے پینے کو زیادہ ملے یا کم وہ شام کو لازماً اپنی پناہ گاہوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ نے عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں کو بھی خصوصاً تاکید کی اور فرمایا کہ سارا دن کام کرو، اپنی روزی کماؤ، جو بھی کرنا ہے رات کو ضرور اپنے گھر کی طرف لوٹ آؤ۔ اور جانوروں کے اس نمونہ سے سبق حاصل کرو۔ اسی پہلو کے پیش نظر حضور انور نے اولادوں کی تربیت اس رنگ میں کرنے کی نصیحت فرمائی کہ جب تک خدا چاہتا ہے ان کو باہر رہنے کا حق ہے لیکن اس کے بعد اپنے گھروں کو

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ایثار لازم ہے اور اس کے بغیر آپ کو مزید ترقیات نصیب نہیں ہو سکتیں

ایثار کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ آپ کو غیر قوموں کے دلوں میں گھر کرنے کی توفیق بخشے گا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۱/ اگست ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۱/ ظہور ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مئی مارکیٹ من ہائم (جرمنی)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوا لاَ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُم فَوقَ صَوتِ النَّبِيِّ وَلاَ تَجْهَرُوا لَهٗ بِالقَولِ كَجَهْرِ بَعْضِكُم لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُم وَاَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُونَ. (سورۃ الحجرات آیات ۲،۳)

یہ وہ مضمون ہے جس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا خصوصیت سے ایک ایسے رسول کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جس کا احترام دنیا کے ہر انسان سے زیادہ ہونا چاہئے۔ اور اسی تعلق میں مختصراً ذکر میں نے اپنے ایک گزشتہ خطبے میں لنڈن میں کیا تھا۔ لیکن وہ مضمون کچھ ادھورا رہا اور کچھ غلط فہمیاں بھی اس کے نتیجے میں پیدا ہوئیں جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے انگلستان میں تو بار بار یہ اعلان کروائے کہ جو میرا مطلب آپ سمجھے ہیں وہ درست نہیں، اصل مطلب اور ہے۔ اور وہ جو مطلب ہے اس کا اطلاق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر نہیں بلکہ آپ کی سنت کے پیش نظر ہر دوسرے ایسے انسان سے بھی تعلق رکھتا ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چاہے دور کی نیابت ہو، مگر نیابت میں امام بنایا گیا ہو۔

اور اسی طرح اس مضمون کا تعلق میں سمجھتا ہوں درجہ بدرجہ ان تمام ائمہ سے بھی ہے جو مساجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے امامت کرتے ہیں اور گھر کے بڑوں سے بھی تعلق ہے۔ تو یہ مضمون سلسلہ وار آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ سارے التزامات آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد دوسروں کے لئے بعینہ اس طرح نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو امتیاز بخشا گیا ہے وہ اپنی جگہ ایک ایسا امتیاز ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ مگر کچھ نہ کچھ درجہ بدرجہ اس سے دوسرے بھی حصہ پاتے ہیں اور ہمارے زمانے میں سب سے زیادہ حصہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پایا کیونکہ اس دور میں آپؑ ہی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کیا۔ یہ اس مضمون کی اہمیت ہے جس کے پیش نظر میں اب مزید تفصیل بیان کرتا ہوں۔

میں نے گزشتہ خطبے میں یہ عرض کیا تھا کہ بعض لوگ ٹکٹکی لگا کے مجھے دیکھتے ہیں یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، جو میرے لئے الجھن کا موجب بنتا ہے۔ پس دیکھیں اور دیکھنا بات کرتے وقت ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ آنکھوں میں ٹکٹکی لگا کر اس طرح دیکھا جائے گویا انسان اندر تک اتر رہا ہے۔ یہ صرف چند لوگوں کو عادت ہوتی ہے اور انہی کے پیش نظر میں نے اس خطبے میں یہ ذکر کیا تھا۔ مگر بعد میں جب میں نے دیکھا تو عجیب حال پایا۔ تمام وہ مخلصین جو ہمیشہ سے اعتدال اختیار کیا کرتے ہیں ان سب بے چاروں کی آنکھیں میں نے اس طرح جھکی ہوئی دیکھیں کہ سر بھی جھک گیا اور آتے جاتے وہ دیکھ کر مجھے گھبراہٹ ہوتی تھی کہ ہو کیا رہا ہے۔ ہر ایک نے بڑے ادب سے پوری طرح سر جھکا کر زمین پر نظریں گاڑی ہوئی تھیں۔ نہ مجھے آتے دیکھتے تھے نہ جاتے دیکھتے تھے اور نتیجہ یہ نکلا کہ میں حیران رہ گیا یہ کیا ہو رہا ہے۔ بعد میں مجھے سمجھ آئی کہ دراصل اس خطبے کا غلط تاثر قائم کیا گیا ہے اور میں نے مناسب سمجھا اور ان سے وعدہ بھی کیا کہ جرمنی کی جماعت میں جا کر اس مضمون کے دوسرے پہلو بھی بیان کروں گا اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں جو معاشرہ قائم تھا اور اس میں ہر قسم کی طبیعت کے لوگ تھے ان کا بھی ذکر کروں گا اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آ کر جو معاشرہ قائم ہوا اور مختلف مزاج کے لوگ تھے ان کا بھی ذکر کروں گا اور یہ بھی سمجھاؤں گا کہ ان آیات سے جو پڑھی گئی ہیں یا ان روایات سے جو بیان کی جائیں گی ہرگز یہ مراد نہیں کہ انسان اپنے بنیادی مزاج کو تکلف سے بدلے۔ اپنے مزاج کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی ایک انسان آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی سنت کی پیروی کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے مزاج کی حدود کے اندر رہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کا حق بھی ادا کر سکتا ہے اور مختلف مزاج کے لوگوں کی حدود مختلف ہیں، ہر مزاج کا آدمی اپنی حدود کے اندر رہے اور ان حدود کے اندر اسے توفیق ملے گی کہ وہ اپنے عشق کا اظہار اس نسبت سے کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو صلاحیتیں بخشی ہیں۔

سب سے پہلے میں نے جو ٹکٹکی والی حدیث ہے وہ سامنے رکھی ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ناپسند فرماتے تھے۔ **الادب المفرد للبخاری** میں مجاہد بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس امر کو ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی اپنے بھائی کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے یہ ٹکٹکی باندھنے کا مضمون صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے وہ دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہتے ہیں اور یہ گھورنے کی عادت نہایت معیوب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس عادت سے سخت کراہت فرماتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ فرماتے ہیں، 'ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے اور جب وہ اس کے پاس سے جائے تو اس کی نظریں اس کا پیچھا کرتی رہیں'۔ یہ وہ مضمون ہے جو میرے اس خطبے پر حاوی رہے گا۔ اور جو وقت بچے گا اس میں میں انشاء اللہ بعض دوسرے امور یعنی ایثار سے تعلق رکھنے والے امور بیان کروں گا۔

حضرت **ابن شماسہ المھری** بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمروؓ بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھے۔ یہ میں نے روایت کئی دفعہ بیان کی ہے مگر ہے بہت ہی پیاری روایت، ان معنوں میں کہ ایک صحابی کی مختلف حالتوں کا ذکر ہے اور ایک صحابی کے عشق کے انداز کا ذکر ہے جو باقی صحابہ سے مختلف تھا لیکن اس اختلاف کے باوجود ان کا ایک اپنا رنگ تھا جسے انہوں نے آخر تک پکڑے رکھا۔ گو بعد میں پچھتائے کہ میں نے کیوں آنحضورؐ کی زندگی میں آپؐ کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص کی خدمت میں یہ ابن شماسہ حاضر ہوئے جب کہ وہ نزع کی حالت میں تھے۔ آپ کافی دیر تک روتے رہے اور منہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ آپ کے صاحبزادے نے کہا اے میرے پیارے باپ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آپ کو فلاں فلاں بشارتیں نہیں دیں۔ راوی کہتے ہیں اس پر حضرت عمروؓ بن العاص نے منہ ہماری طرف کیا اور کہنے لگے سب سے بہتر جس چیز کی ہم تیار کر سکتے ہیں وہ تو یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد فرمایا مجھ پر تین حالتیں آئیں۔ ایک وہ حالت جب میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بغض رکھتا تھا اور یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چہرے پر نظر ڈالوں۔ یعنی بغض کی اتنی انتہاء تھی کہ شدتِ نفرت سے اس چہرے کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ صرف خواہش تھی کہ بس چلے تو میں اس کو قتل کر دوں۔ کہتے ہیں اگر اس حالت میں میں مر جاتا تو یقیناً جہنمیوں میں سے ہوتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈال دیا تو میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہاتھ بڑھایئے میں آپؐ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے مضبوطی سے آپؐ کا ہاتھ تھام لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرمانے لگے عمرو! کیا بات ہے۔ کیوں اتنا مضبوطی سے ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ سے ایک وعدہ لینا

چاہتا ہوں۔ فرمایا کیا وعدہ لینا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا یہ کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام لانے کے بعد اس سے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہجرت اور حج کے بعد بھی ان سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس وقت میری نظر میں آنحضور ﷺ سے زیادہ محبوب اور زیادہ معزز کوئی اور شخص نہ تھا لیکن آپؐ کی عظمت اور رعب کی وجہ سے آنکھ بھر کر آپؐ کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اگر مجھ سے حضور انور کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا جائے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں نظر بھر کر آپؐ کو کبھی نہیں دیکھ سکا۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا یعنی رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جبکہ میرے عشق کا یہ عالم تھا تو مجھے امید تھی کہ میں جنتیوں میں سے ہوتا۔

اب یہ وجہ ہے۔ جب نزع کی حالت میں آپ نے منہ پھیرا اور روتے رہے آپ کو اپنے انجام کی یہ فکر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام سے عداوت اور بغض کی حالت سے تو نکال لیا اور مجھ سے وعدہ بھی ہوا کہ جو اس حالت سے نکل جائے اس سے بخشش کا سلوک ہوگا۔ اگر میں اس زمانے میں مر جاتا تو اچھا تھا۔ یہی صدمہ تھا جو آپ کو نڈھال کئے جا رہا تھا اور نزع کی حالت کے یہی خیالات تھے جو آپ کو تنگ کر رہے تھے۔

ایک اور روایت سنن ابی داؤد سے لی گئی ہے۔ اسامه بن شُرَيك بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب یہ ایک نظارہ ہ جو اسامہؓ نے دیکھا کہ صحابہ کی اس وقت کیا حالت ہوا کرتی تھی جب حضور اکرمؐ آپ میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ صحابہ یوں ساکت بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ یعنی جیسے سر پر پرندہ ہو اور بولنے سے اڑنے کا خطرہ ہوتا ہے انسان حرکت بھی نہیں کرتا، اسی طرح صحابہ ساکت و صامت بیٹھے تھے۔ چنانچہ میں نے سلام عرض کیا پھر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر سے بدوی لوگ مجلس میں آنے لگے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم دوائیوں کا استعمال کیا کریں۔ اس پر فرمایا دوائیاں ضرور استعمال کیا کرو کیونکہ اللہ عزّوجل نے کوئی بیماری نہیں بنائی مگر اس کا علاج بھی پیدا فرمایا ہے سوائے ایک بیماری کے جو بڑھاپا ہے، وہ مقدر ہے۔ ہر شخص کو آخر بڑھاپا پہنچنا ہے اور اسی حالت میں جو اس سے مختلف امکانی سلوک ہو سکتے ہیں ان کا قرآن کریم میں تفصیل سے ذکر ہے۔ مگر بڑھاپے سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا۔ اگر جوانی کی عمر سے گزرے گا تو بڑھاپے کی عمر ضرور دیکھے گا۔ فرمایا اس کا کوئی علاج نہیں باقی سب چیزوں کا علاج ہے۔ اس بناء پر بعض صحابہ نے یہ بھی خواہش کی کہ ہم تو خاموش بیٹھے رہیں مگر ہماری موجودگی میں کوئی بدوی آجائے اور وہ سوال کرے اور اس رنگ میں ہماری تربیت ہو جائے۔

آنحضور ﷺ کا چہرہ دیکھ کر جو صحابہ پہچانتے تھے کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تو تھے۔ پس یہ خیال کرنا کہ چہرہ دیکھنا گویا ممنوع تھا یہ درست نہیں ہے۔ چہرہ دیکھنے کا بھی انداز ہوا کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، ٹکٹکی لگا کر، گھورتے ہوئے دیکھیں۔ یہ ناممکن ہے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ آپ کی نظریں آپؐ کے چہرے پر نہ پڑیں۔ اس لئے ان دونوں باتوں کے درمیان اعتدال کی ضرورت ہے اور سب لوگ اپنی عادتوں میں یہ اعتدال پیدا کریں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی روایات چونکہ ہمارے قریب کی روایات ہیں اور تحریروں میں بھی محفوظ ہیں اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں جو آداب ہوا کرتے تھے اور جس طرح مختلف صحابہ اپنے اپنے رنگ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ان میں یہ بھی ایک رنگ تھا کہ بعض صحابہ سوال کیا کرتے تھے، ضروری نہیں بدوی ہو۔ چنانچہ کثرت سے روایات ملتی ہیں کہ آنحضور ﷺ سے بعض مقامی صحابہ بھی سوال کرنے کی عادت رکھتے تھے اور اس بات کو آنحضور ﷺ نے کبھی ناپسند نہیں فرمایا بلکہ بعض موقعوں پر آپ نے پوچھا اور بار بار پوچھا کہ خاموش بیٹھے ہو مجھ سے کوئی سوال کرو۔ پس یہ تصور قائم کرنا درست نہیں کہ صرف بدویوں پر لوگ بیٹھے رہتے تھے کہ وہ آئیں تو سوال کریں۔ سوال کرنے کی عادت تھی بعض لوگوں کو اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو بند نہیں کیا۔ صرف اتنا فرمایا کرتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ سوال نہ کیا کرو کیونکہ ہو سکتا ہے بعض سوالوں کے جواب میں تم پر تنگی عائد ہو جائے۔

اب یہی رنگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں ملتا ہے۔ ہر ایک اپنے مزاج کے مطابق اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دو صحابہ نمونے کے طور پر میں نے چنے ہیں۔ ایک حضرت حکیم نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب دونوں کے مسیح موعود سے عشق میں کوئی بھی شک نہیں، رنگ اپنا اپنا تھا، مزاج الگ الگ تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب ہلال پوریؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب یعنی حکیم مولوی نورالدینؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنے اپنے رنگ میں اخلاص اور محبت کے پتلے تھے لیکن دونوں کی طبائع میں نمایاں فرق تھا۔ حضرت مولوی حکیم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے تو حضور کی مجلس میں سب سے آخر خاموشی کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یعنی بعض دفعہ وہاں جگہ ملتی جہاں جوتیاں پڑی ہوتی تھیں۔ اور ایک صوبہ سرحد کے صحابی کو اس بناء پر خلافت سے وابستگی کی توفیق ملی کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضرت نورالدینؓ کو دیکھا کہ وہ خلیفہ بن رہے ہیں تو بے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ اس شخص نے تو جوتیوں سے خلافت پالی۔ پس ایک رنگ یہ بھی تھا انکساری کا کہ جوتیوں میں بیٹھے رہتے اور اسی انکساری کو خدا نے قبول فرمایا اور انہی جوتیوں سے آپ کو خلافت مل گئی اور خلافت بھی وہ جو صدیقیت کا مقام رکھتی تھی۔

لیکن حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہمیشہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور سوالات کرنے سے کبھی ہچکچاتے نہیں تھے۔ اب یہ دونوں صحابہ ہیں جن کے عشق کی گواہی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔ اس لئے اس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ بلکہ مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں روز روز نہیں آتے، صدیوں بعد خوش قسمت لوگوں کو ان کی زیارت نصیب ہوتی ہے اس لئے جو سوال ذہن میں آئیں وہ پیش کر کے دنیا کی روحانی تشنگی بجھانے کا سامان پیدا کر لینا چاہئے۔ اب دیکھیں محبت کے تقاضے بدلے بھی نہیں مگر دونوں جگہ تکلف نہیں تھا۔ یہ بنیادی بات ہے جسے آپ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر تکلف سے ادب کریں گے تو وہ ادب نہیں ہوگا، وہ محض تکلف اور بناوٹ ہوگی۔ اگر واقعۃً اس مزاج کے مطابق جو اللہ نے آپ کو بخشا ہے اسی مزاج کی حدود میں رہتے ہوئے آپ محبت کریں گے تو یہ تکلف اور بناوٹ نہیں بلکہ طبعاً ایک محبت ہوگی۔ اور اس کا ہر رنگ اچھا ہوگا اگر سنت صحابہ کو آپ پیش نظر رکھیں۔

ایک ذکر حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ملتا ہے۔ مجلس میں حضور کے بہت زیادہ قریب بیٹھتے اور ٹکٹکی لگا کر چہرہ مبارک کو دیکھتے اور پاؤں یا بازو یا کمر وغیرہ دباتے، درود استغفار پڑھتے رہتے۔ اب بعض لوگ اس روایت کا غلط مطلب سمجھتے ہیں۔ یہاں ہرگز یہ نہیں کہا گیا کہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹکٹکی لگا کر دیکھتے تھے۔ چہرے کو دیکھتے تھے اور چہرہ کو دیکھنا ایک الگ مضمون ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ نظروں میں نظریں گاڑ کر دیکھتے تھے۔ حضور کوئی تقریر تقویٰ، طہارت کے متعلق فرماتے تو آپ کا پیراہن آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

پس دیکھنے کے متعلق یہ بات پیش نظر رکھیں کہ غالب کا ایک شعر جو مجھے بہت پسند ہے اور وہ اس مضمون کو بہت عمدگی سے بیان کر رہا ہے وہ یہ ہے ؎

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا ☆ مستی سے ہر نگاہ ترے رخ پر بکھر گئی

Earlsfield Foundation

(Hospital Division)

Compitition

for young Architect

to design a Hospital

First Prize 100,000 rp.

Second Prize 50,000 rp.

Third Prize 25,000 rp.

For further details write to

The manager

175 Merton Road . London

SW18 5EF. U.K.

پس صحابہ کی نگاہیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر مستی سے بکھر جایا کرتی تھیں۔ اور اس سے آنحضورؐ نے کبھی منع نہیں فرمایا اور یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا تھا۔ چنانچہ مرزا ایوب بیگ صاحبؓ یا دوسرے جن صحابہ کے ذکر میں آپ یہ بات پائیں گے وہ دیکھتے تو تھے مگر ایسے کہ دیکھتے بھی نہ ہوں۔ یعنی نگاہیں ہر طرف پھیل جاتی تھیں، بکھر جاتی تھیں اور کبھی ان صحابہ نے جرأت نہیں کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر دیکھیں۔ ہاں یہ انداز تھا کہ دیکھ رہے ہیں، نظر ملتے ہی دوسری طرف رخ کر لیا یا آنکھ پھیر لی تا کہ گستاخی نہ بنے۔

پس بسا اوقات بات کرنے والا آنکھوں میں بھی دیکھتا ہے مگر دیکھنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ اگر دیکھ رہا ہو اور بات کرنے والے کی نظر پڑ جائے تو اس وقت جھجھک سے آنکھ ذرا سی ادھر ادھر ہو جانی چاہئے۔ اور بعض لوگوں کا دیکھنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں آنکھوں کے درمیان ماتھے کے اوپر نظر رکھتے ہیں۔ ہمارے ایک مرحوم ماموں سید محمود اللہ شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کا یہی انداز ہوا کرتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ سے کبھی ملنے آتے تو ہمیشہ اسی طرح دیکھتے تھے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا کوئی سوال نہیں تھا اور دل کی پیاس بھی بجھ جاتی تھی کہ پورا چہرہ غور سے دیکھوں۔ چنانچہ ایک دو دفعہ میں نے محسوس کیا کہ مجھے بھی اس طرح دیکھ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ کی نگاہیں میرے اوپر ہوتی ہیں مگر ملتی نہیں تو تب مجھے انہوں نے یہ راز سمجھایا کہ میں نے یہ ایک اپنے لئے ترکیب بنائی ہوئی ہے کہ ماتھے کے اوپر دو آنکھوں کے درمیان اس جگہ دیکھتا ہوں تو دیکھنے والے کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ مجھے دیکھ نہیں رہا اور میری نظریں بھی ادب کی وجہ سے آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتیں۔ تو یہ بھی ایک انداز ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی جو عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت چھوٹے تھے مگر پھر بھی اتنے چھوٹے نہیں تھے کیونکہ میری والدہ سے عمر میں بڑے تھے اور میری والدہ کی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں آپ کے ایک بچے سے شادی ہوئی۔ پس اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی صحابہ ہی کا رنگ ہے جو حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مجلس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا انداز تھا یہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے جو میں نے آپ کے لئے چنا ہے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خلافت اولیٰ کے زمانے میں میں نے دیکھا کہ جو ادب اور احترام اور جو اطاعت و فرمانبرداری آپ (یعنی حضرت مصلح موعود) حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی اور شخص میں نہیں پایا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق میں آپ کو بتادوں کہ ان کو بھی کنکھیوں سے دیکھنے کی عادت تھی۔ بسا اوقات نظریں جھکی ہوتی تھیں مگر گردوپیش میں جو ہو رہا ہے اس سے باخبر رہتے تھے اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ ماحول میں جو باتیں ہو رہی ہوں ان سے بے خبر زمین پر نظریں گاڑ رکھی ہوں۔ دیکھتے تھے ہلکی نظر سے پھر نظریں جھکا لیا کرتے تھے۔ میں نے بھی مولوی صاحب کے ساتھ کھڑے ہو کر بہت نمازیں پڑھی ہیں۔ کئی دفعہ احمدیہ ہوسٹل کی مسجد میں آپ نے نماز پڑھنی شروع کی کیونکہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمے کے سلسلے میں آپؓ کو لاہور چند مہینے ٹھہرنا پڑا تھا تو روزانہ صبح ہمارے ہوسٹل کی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مجھے یہ توفیق مل گئی کہ میں آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔ اس وقت میں نے آپؓ کو دیکھا کہ نماز کے بعد جب مجلس لگا کے بیٹھتے تھے تو تمام گردوپیش کی خبر ہوتی تھی مگر عادتاً آپؓ کی فطرت میں یہ بات تھی کہ اکثر آنکھیں جھکائے رکھتے تھے۔ تو آپ کی گواہی حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق میری اس گواہی کی تائید کرتی ہے کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی نظر سے کوئی اہم بات نہیں رہتی تھی اور کسی اور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مجلس میں اس گہری نظر سے حضرت مصلح موعودؓ کو نہیں دیکھا جس طرح حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے دیکھا اور یہ آپ کی ایک یکتا روایت ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی تحریر بھی ہے۔ آپ کی روایت جاری ہے۔ وہ فرماتے ہیں آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں جاتے تو آپ دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے اور جتنا وقت آپؓ کی خدمت میں حاضر رہتے اسی طرح دوزانو ہی بیٹھے رہتے۔ میں نے یہ بات کسی اور میں نہیں دیکھی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ٦٣٦)

حضرت مصلح موعودؓ کا اپنا بیان بعینہ اس کی تائید کر رہا ہے۔ منصب خلافت صفحہ ۳۵ ایڈیشن اول میں عبارت درج ہے، "پہلے تو میں ان سے بے تکلف تھا"۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے تکلف تھا۔ "اور دو دو گھنٹے تک مباحثہ کرتا رہتا تھا لیکن جب وہ خلیفہ ہو گئے تو کبھی ان کے سامنے چوکڑی مار کر بھی نہیں بیٹھا کرتا تھا"۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا یعنی ویسے ممنوع تو نہیں ہے۔ یہاں میرے سامنے کئی دوست ہیں جو چوکڑی مار کر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن وہ ایک بڑی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے لئے ممکن نہیں کہ اپنی چوکڑی کی عادت کو جو آرام کی عادت ہے بدل سکیں اس لئے وہ بھی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک ایسی مجلس کی بات کرتے ہیں جو چند آدمیوں کی مجلس ہوا کرتی تھی اور بعینہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے سامنے آپ کو بیٹھنا ہوتا تھا۔ وہ حالت ایسی تھی جس میں چوکڑی مار کر بیٹھنا یقیناً بے ادبی اور گستاخی ہوتی۔

"جاننے والے جانتے ہیں"۔ یہ لکھتے ہیں مصلح موعودؓ، کہ "خواہ مجھے تکلیف بھی ہوتی مگر یہ جرأت نہ کرتا اور نہ اونچی آواز سے کلام کرتا"۔ تو اس میں، حضرت مصلح موعودؓ کی اس بات میں بہت بڑی نصیحت ہے ساری جماعت کے لئے اور اس سے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے اوپر بھی ایک بہت اچھی روشنی پڑتی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں "جاننے والے جانتے ہیں"۔ ان جاننے والوں میں میں نے ایک حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دیکھی ہے اور روایتیں ہونگی تو میرے علم میں نہیں۔

اب اس مضمون سے ہٹ کر ایک اور مضمون بیان کرتا ہوں جو آپ کے جلسہ کی مناسبت سے بیان کیا جانا ضروری ہے اور وہ ایثار کا مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِم يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِم حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَو كَانَ بِهِم خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ ایثار کا مضمون تو بہت وسیع ہے اور کئی قسم کی قربانیوں پر یہ مضمون پھیلا ہوا ہے لیکن آج اس خطاب میں میں ایثار کا صرف وہ حصہ بیان کروں گا جو جماعت احمدیہ جرمنی کے اس جلسہ سالانہ سے تعلق رکھتا ہے۔

سب سے پہلے تو میں اس بات پر آپ کو خوشخبری دیتا ہوں اور مبارک باد دیتا ہوں کہ میں نے جماعت جرمنی میں اس پہلو سے بہت ایثار پایا ہے، اتنا کہ کسی اور جماعت میں ایثار ہو تو وہ لازماً خدا تعالیٰ کا شکر گزار ہو کہ اس نے ایثار کا حق ادا کرنے کی توفیق بخشی۔ ایثار کے جتنے پہلو ہیں ان میں سے ایک دو پہلو جو جلسے سے تعلق رکھتے ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ کہ **اپنے وقت کو قربان کرنا ایثار ہے، اپنے مال کو قربان کرنا ایثار ہے، اپنی سہولتوں کو دوسرے کی خاطر قربان کر دینا یہ بھی ایثار ہے۔ اور اس جرمنی کے جلسے میں ہمیں ایثار کے یہ تینوں پہلو ہر طرف دکھائی دے رہے ہیں۔**

باہر سے آنے والے مہمانوں کا جس اہتمام کے ساتھ جماعت جرمنی کو خیال رکھنے کی توفیق ملتی ہے کم ہی آپ کو یہ نظارے دوسری جماعتوں میں دکھائی دیں گے۔ ضرور ایسی جماعتیں ہیں جن میں ایثار کے یہی جذبے کام کرتے ہیں، بعض پہلوؤں سے شاید زیادہ بھی ہوں لیکن یہ بات جرمنی میں جس کثرت سے پھیلی ہوئی ہے اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ایک تنہا آپ دنیا میں وہ جماعت ہیں جہاں بیس ہزار سے زائد، کم سے کم میرا اندازہ ہے، بیس ہزار سے زائد افراد مرد عورتیں اور بچے جرمنی کے جلسے کے دنوں میں مسلسل ایثار سے کام لے رہے ہوتے ہیں۔ بعض ماؤں کو اپنے بچوں کی ہوش نہیں رہتی اور بچے بھی اس وجہ سے صبر کرتے ہیں کہ جلسے کے دن ہیں اور انہیں یہ تکلیف ساتھ اٹھانی چاہئے تو اگر بچوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو تیس ہزار بھی کم ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے خدا تعالیٰ تیس ہزار افراد کو مختلف پہلوؤں سے ایثار کی توفیق بخشتا ہے۔

ایثار کے تعلق میں چند باتیں میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ ایثار ایک طبعی حالت کا نام ہے اور وقتی ضرورت کا نام نہیں ہے۔ سچا ایثار جو قائم رہتا ہے، باقی رہتا ہے اور ہمیشہ آپ کو خدا کے قریب کر سکتا ہے اور کرتا رہتا ہے وہ طبیعت اور مزاج میں مٹی ہونا ہے۔ اگر مزاج مٹی ہو چکا ہو، اگر طبیعت میں تکبر کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہے تو ایسے انسان کا ایثار ایک دائمی ایثار ہو جاتا ہے لیکن اس کے اظہار پھر اس کی دوسری زندگی میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ صرف جلسے کے موقعوں پر مہمانوں کے تعلق میں نہیں بلکہ روزمرہ کے ہر انسانی سلوک میں یہ ایثار کا اظہار ہوتا ہے۔ آج کل میں جانتا ہوں بعض لوگوں نے اپنے گھر کلیۃً خالی کر دئے ہیں تا کہ وہ مہمان جو پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ ان کے گھروں میں دوسرے لوگ بھی ٹھہرے ہوں ان کو پوری طرح بے تکلفی میسر ہو اور آرام سے وہ جتنے دن چاہیں، جس طرح چاہیں ان کے گھر کی چیزیں استعمال کریں۔ ایسے گھر کثرت سے میرے علم میں ہیں۔

لیکن جو ایثار میں بتا رہا ہوں، جس کی میں بات کر رہا ہوں وہ مزاج کا وہ انکسار ہے جو باقی رہنا چاہئے اور ساری زندگی اس کو آپ کا ساتھ دینا چاہئے۔ اس ایثار کے نتیجے میں جب بھی کوئی مہمان آئے خواہ وہ جلسے کا موقع ہو یا کوئی اور موقع ہو اس کے ساتھ میزبانی کے ادب اختیار کرنا، محبت و بشاشت سے اس کے ساتھ پیش آنا اور مہمان نوازی کے لئے جو رسول اللہ ﷺ نے مدت مقرر فرمائی ہے اس مدت کے اندر اس کی مہمان نوازی کے سارے تقاضے پورے کرنا یہ طبعی خوشی سے ہونا چاہئے، یہ تکلف سے نہیں ہونا چاہئے۔ اور اگر یہ

طبعی جوش ہو تو پھر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی بھی وہ ساری باتیں یاد آجائیں گی کہ آپ کس طرح مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ دیکھنے والے کے لئے تکلیف ہوتی تھی لیکن آپؑ کو اس تکلیف میں ایک ایسا لذیت کا احساس ملتا تھا جس میں آپ کی نظر خدا کی رضا پر پڑتی رہتی تھی اور عادتاً جھکتے تھے، عادتاً مہمان نوازی کرتے تھے اور اس کے لطف اٹھاتے تھے۔ بعض صحابہؓ کی روایت ہے کہ ہم نے دیکھا تو بہت تکلیف کی حالت میں، سردی میں سکڑے ہوئے ایک کوٹ اوپر لیا ہوا اور کوئی بستر نہیں، کوئی آرام کا سامان نہیں۔ اور جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا تو مسکرا کر فرمایا کہ کوئی تکلیف نہیں مجھے بڑا آرام مل رہا ہے۔ کیونکہ سب کچھ مہمانوں کے آرام کے لئے باہر بھیج چکے تھے۔ اس بات میں آرام مل رہا تھا کہ مہمانوں کو آرام ہے تو اگر تکلیف ہو تو یہ کیفیت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر انکساری گہری اور سچی نہ ہو تو ناممکن ہے کہ اس قسم کی تکلیف میں انسان مزہ اٹھا سکے۔ تو اپنی عادت میں یہ انکساری داخل کریں جو زندگی بھر آپ کا ساتھ دے گی اور اس دنیا ہی میں نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی کام آئے گی کیونکہ یہی انکساری ہے جو در حقیقت انسان کو قربِ الٰہی بخشتی ہے۔ اور یہی انکساری ہے جس کے نتیجے میں دنیا کا سب سے بڑا انسان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پیدا ہوئے۔ یعنی پیدا ہوئے سے مراد ہے آپ کو وجود کی خلعت بخشی گئی یعنی جو وجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بیج سے اٹھا ہے وہ وجود پیدا ہوا۔ میری مراد پیدا ہونے سے بچے کی پیدائش نہیں بلکہ ہر انسان میں سے ایک تخلیق نو ہوا کرتی ہے۔ اس تخلیق نو کی میں بات کرتا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنی اسی انکساری کے نتیجے میں پیدا ہوئے اور ایک بشر سے محمدؐ رسول اللہ بن گئے۔ پس آپ کی بھی اپنی اپنی صلاحیتوں کے دائرے ہیں۔ ان دائروں سے باہر تو آپ جا نہیں سکتے مگر اگر انکساری کا حق ادا کریں اور آج کل انکساری سیکھنے کا بہت اچھا موقع ہے کیونکہ آج کل کے حالات میں تو میں جانتا ہوں کہ آپ کی انکساری آپ کو ضرور مزہ دیتی ہے اور لطف اٹھا رہے ہیں مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہوا چلی ہوئی ہے جیسے بہار کے موسم میں کانٹے دار جھاڑیاں بھی پھول پھل لے آتی ہیں تو اس عام مہمان نوازی کے موسم میں بعید نہیں کہ وہ لوگ جو طبیعت کے نسبتاً کرخت بھی ہیں وہ بھی میزبانی کے مزے لوٹ رہے ہوں اور مہمانی کا حق ادا کرنے کے مزے لوٹ رہے ہوں۔

تو جب کثرت سے ایسی باتیں دکھائی دیتی ہیں تو تجزیہ کرنا پڑتا ہے اور سب سے اچھا تجزیہ ہر انسان اپنا خود کر سکتا ہے کیا یہی رنگ آپ کا بعد میں بھی جاری رہتا ہے کہ نہیں۔ **اگر ایثار طبیعت میں ہے تو اپنے گھر والوں سے بھی تو ایثار ہونا چاہئے، اپنی بیوی سے ایثار کا سلوک ہونا چاہئے، اپنے بچوں سے ایثار کا سلوک ہونا چاہئے اور جب اس پہلو سے آپ ایثار کے مضمون کا مطالعہ کریں گے تو یہ بہت پھیلا ہوا مضمون دکھائی دے گا۔**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُحِبّونَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِم وَلاَ یَجِدُونَ فِی صُدُورِھِم حَاجَةً جو بھی ان کی طرف ہجرت کرتے ہیں، یہ انصار کا ذکر چل رہا ہے اُن سے اُن کے دلوں میں کوئی تنگی نہیں ہوتی اور ان سے ان کی کوئی حاجت بھی وابستہ نہیں ہوتی اور جو کچھ ان کو ملتا ہے اس پر وہ حسد تو بہر حال محسوس نہیں کرتے مگر ان معنوں میں رشک بھی نہیں کرتے کہ ان کو بھی وہ ضرور مل جائے۔ اپنے بھائیوں کو جو خدا کی راہ میں ہجرت کر کے آئے ان کو اتنا پیار سے دیکھتے ہیں، اس قدر انکسار سے ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں کہ ان کو جو کچھ بھی ملے اس پر یہ بھی خوش ہوتے ہیں گویا اپنے کو مل گیا۔ اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اپنی ضرورتوں کو قربان کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایثار کی سچی تعریف ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے۔

وَلَو کَانَ بِھِم خَصَاصَة خواہ تنگی ہی کیوں نہ ہو۔ پس تنگی کے حالات میں آپ کی مہمان نوازی آزمائی جاتی ہے اور جب تنگی پڑتی ہے اور تنگی صرف اپنے کو ہی نہیں بلکہ بیوی اور بچوں کو بھی تنگ کرتی ہے اس وقت کی جو مہمان نوازی ہے وہ گہرے انکسار سے عطا ہو سکتی ہے ورنہ نہیں ہو سکتی۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات میں نے چنے ہیں جو آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان کی تشریح کر سکوں جو آپ کو اچھی طرح سمجھ آئے۔ اس مضمون کو جس گہرائی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سمجھا ہے اسے دیکھ کر انسان کا دل عش عش کر اٹھتا ہے۔

فرمایا، "انسان چونکہ ناقص اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کا محتاج ہے اسی لئے کبھی وہ تواضع اور تذلل کے طور پر اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے اپنے آرام پر دوسرے کا آرام مقدم کر لیتا ہے اور آپ ایک حظّ سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ حظّ پہنچاتا ہے"۔ یعنی ایثار کی سچی تعریف یہ ہے کہ خدا کی رضا کی خاطر، اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے، اپنے آرام پر دوسرے کا آرام مقدم کر لیتا ہے۔ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اور آپ ایک حظ سے بے نصیب رہ کر، ایک لطف سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ لطف پہنچاتا ہے۔

اب جو لطف ہے اس میں دونوں پہلو مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں۔ ایک لطف اس نے دوسرے کے لئے مہیا کیا مگر وہ ایسا لطف نہیں ہے جو مہیا کرے اور اپنے لطف میں کمی نہ آئے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب ایثار کی بات کرتے ہیں تو بے حد باریک نظر سے گفتگو فرماتے ہیں۔ اگر باریک نظر سے آپؑ کی باتوں کا مطالعہ نہ کیا جائے تو آپ کو صحیح پیغام مل ہی نہیں سکتا۔ ایثار کا مطلب ہے کچھ چھوڑنا اور اسے دوسرے کی طرف منتقل کرنا۔ یہ فقرہ کہ "ایک حظ سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ حظ پہنچاتا ہے"۔ یہ ایثار کی تعریف میں لازم ہے۔ جو حظّ آپ غیر کو پہنچا رہے ہیں اس سے خود بے نصیب ہو رہے ہیں۔ مثلاً ایک دوست مہمان آتے ہیں آپ سے ملنے کے لئے تشریف لاتے ہیں، آپ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جتنی دیر ان کے پاس بیٹھے رہتے ہیں ایک حظّ سے محروم ہو رہے ہیں۔ اور اس کے پاس بیٹھنے کے نتیجے میں اپنا حظّ جو بیوی بچوں میں آپ کو حاصل ہونا تھا وہ اس کو پہنچا رہے ہیں کہ اسے آپ کو ملنے کی خواہش ہے تو یہ حقیقی ایثار ہے۔

"آپ ایک حظّ سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ حظّ پہنچاتا ہے تا اس طرح پر اپنے خدا کو راضی کرے اور اس کی اس صفت کا نام عربی میں ایثار ہے"۔ پھر فرمایا، "ظاہر ہے کہ یہ صفت گو عاجز انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی"۔ اب یہ پہلو بھی بہت اہم ہے کہ اگرچہ ایثار انسان کو زیب دیتا ہے بلکہ اتنا زیب دیتا ہے کہ ایثار کے بغیر انسان کوئی روحانی ترقی کر ہی نہیں سکتا، خدا سے مل ہی نہیں سکتا اگر ایثار نہ ہو، لیکن یہ صفت محمودہ تو ہے، بہت پیاری اور قابل تعریف صفت ہے مگر خدا میں نہیں ہے کیونکہ خدا کو اپنا کوئی حظ چھوڑنا نہیں پڑتا۔ اس لئے جب بھی وہ بندے پر جھکتا ہے احسان سے جھکتا ہے، ایثار سے نہیں جھکتا۔ اب یہ پہلو بھی بہت ہی لطیف پہلو ہے جو بعض ایسی صفات میں خدا کو بندے سے ممتاز کر کے دکھاتا ہے جو یا محض بندے میں ہونگی یا محض خدا میں ہونگی۔ اپنی اپنی جگہ دونوں قابل تعریف ہیں مگر ایک دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتیں۔ ان کے درمیان ایک دائمی حد فاصل ہے۔ اسے وہ صفات پار نہیں کر سکتیں۔

"لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ تو وہ تواضع اور تذلل کی راہ سے کسی ترقی کا محتاج ہے"۔ اب انسان تو تواضع کرتا ہے اس لئے کہ اس کے نتیجے میں اسے ترقی ملتی ہے۔ وہ ترقی کیا ہے اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہونا۔ مگر اللہ کیوں تواضع کرے وہ تو کسی ترقی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ تو ترقیوں کا منبع ہے۔ اسے کون سی اور ترقی کرنی ہے جس کی وجہ سے اس کو تواضع کرنا پڑے۔ "اور نہ اس کی جناب میں یہ تجویز کر سکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو کسی قسم کا آرام پہنچانے کے لئے اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے تئیں مصیبت میں ڈالے"۔ اب دیکھ لیں بندہ جب بھی کسی کو آرام پہنچانے کے لئے جب کوئی ایثار کرتا ہے تو لازماً اپنے آپ کو کچھ مصیبت میں ڈالتا ہے اور یہی چیز ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام توجہ دلا رہے ہیں کہ اللہ کسی کو آرام پہنچانے کی خاطر اپنے آپ کو مصیبت میں نہیں ڈالتا کیونکہ یہ اسکی شان کبریائی کے خلاف ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات "قدرت تامہ اور نشانِ الوہیت اور جلالِ ازلی ابدی کے منافی ہے۔ اگر وہ اس قسم کی ذلت اور مصیبت اور محرومی اپنے لئے روا رکھ سکتا ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کسی دوسرے کو بطور ایثار دے"۔

اب دیکھیں استدلال کا کیسا پیارا رنگ ہے کہ ایثار میں تو آپ اپنی ایک چیز دوسرے کو دے دیتے ہیں آرام دیں یا دولت دیں اور منفعت بخش چیزیں عطا کریں۔ اپنی ایک چیز اپنے سے الگ کر کے دوسرے کو دیتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے اس قسم کا ایثار ہو ہی نہیں سکتا۔ یعنی اس کی طرف منسوب کرنا بھی اس کی شدید گستاخی ہو گی کیونکہ پھر اس ایثار کے ساتھ وہ خدا خدا رہ ہی نہیں سکتا۔ اس ایثار کا نتیجہ تو یہ ہے کہ "یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کسی دوسرے کو بطور ایثار دے کر آپ معطل اور بے کار بیٹھ جائے یا اپنی صفات کاملہ دوسرے کو عطا کر کے آپ ان صفات سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے"۔

پس ایثار میں چیزوں کا دوسری طرف انتقال اس رنگ میں کرنا کہ آپ ان سے محروم رہ جائے یہ بنیادی بات ہے اور یہ بنیادی حقیقت ہے جس کو سمجھے بغیر آپ کو ایثار کے حقیقی معنے آ ہی نہیں سکتے۔ فرماتے ہیں، "سو ایسا خیال خدا تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخی ہے اور میں قبول نہیں کر سکتا کہ کوئی خدا ترس، منصف مزاج یہ ناقص حالتیں خدائے ذوالجلال کے لئے پسند کرے گا۔ ہاں بلا شبہ یہ صفت ایثار جس میں ناداری اور لاچاری اور ضعف اور محرومی شرط ہے ایک عاجز انسان کی نیک صفت ہے کہ باوجودیکہ دوسرے کو آرام پہنچا کر اپنے آرام کا سامان اس کے پاس باقی نہیں رہتا پھر بھی وہ اپنے پر سختی کر کے دوسرے کو آرام پہنچا دیتا ہے"۔ (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۹۷-۹۹)۔ یہ ذرا لمبی عبارت تھی وقت کی مناسبت سے میں اس کو مختصر کر رہا ہوں۔

"یہ بھی یادرہے کہ انسان کی صفت ایثار اس شرط سے قابل تحسین ہے کہ اس میں کوئی بے غیرتی اور دیوّثی اور اتلافِ حقوق نہ ہو"۔ یہ ایک بہت ہی اہم بنیادی بات ہے جس کو روزمرہ کی زندگی میں سمجھنا چاہئے۔ بے غیرتی اور دیوثی کا نام ایثار نہیں ہے۔ شمالی چین میں بعض ایسے علاقے ہیں جہاں ایثار کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان جو گھر میں آئے وہ گھر کا مالک اس طرح بنادیا جائے کہ گھر کی بیوی بچوں وغیرہ پر بھی اس کو تصرف حاصل ہو۔ یہ وہ اشارہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس کا نام ایثار نہیں ہے، دیوثی ہے۔ پس چونکہ وہ جاہل لوگ خدا سے بے بہرہ ہیں اس لئے انہوں نے ایثار کا ایک ایسا رنگ اختیار کر لیا جس کا حقیقی ایثار سے یا حیاداری سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے گھروں میں مہمانی کیا کریں کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ گھر کا مہمان آگیا ہے بیوی بچوں سے پردہ ہی اتار دیا جائے وہ بے تکلفی سے جہاں چاہے پھرے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا گھر آپ کا گھر ہے اب آپ ہمارے گھر میں اس طرح رہیں جیسے اپنے گھر میں رہتے ہیں۔ اس کی وہ مثال جو میں نے بیان کی تھی وہ درست مثال ہے۔ بعض لوگ جو چاہتے ہیں کہ اپنا گھر سمجھ کر کوئی رہے وہ گھر ہی خالی کر دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کیا کرتے کہ اپنے نفوس کے ساتھ آنے والے نفوس کو اس طرح ملا جلا دیں کہ ان کی حرمت کا احساس باقی رہے نہ اپنی حرمت کا احساس باقی رہے۔ اس قسم کے ایثار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیوثی قرار دیا ہے کیونکہ بات کھولنے کا وقت نہیں نہ یہ مناسب ہوگا کہ اتنی بڑی مجلس میں جہاں خواتین بھی سن رہی ہوں یہ باتیں کھول کھول کر بیان کی جائیں مگر اس کے نتیجے میں اس کو جس کو آپ ایثار سمجھ رہے ہونگے اس کے نتیجے میں اپنی جان، اپنی عزت اور خدا کی رضا کو تلف کر رہے ہونگے۔ تو ایثار تو بندے میں تب زیب دیتا ہے کہ وہ خدا کے قریب کر رہا ہو۔ اگر خدا سے دور کر رہا ہو تو اسے کون احمق ایثار قرار دے گا۔

پس اپنے معاشرے کی حفاظت کریں اور جرمنی کے ماحول میں یہ حفاظت آپ سے ہمہ گیر تقاضے کرتی ہے، ہمہ وقت تقاضے کرتی ہے۔ اور اسی نصیحت کے ساتھ اب میں چند منٹ تک اس خطبے کو ختم کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ جو لمبی عبارت ہے اس میں سے یہ آخری حصہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ، "ایثار سے مراد محض نفس کو تکلیف میں ڈالنا ہرگز نہیں ہے۔ تکلیف میں اس صورت میں ڈالنا کہ اس سے بہتر فوائد حاصل ہوں اور ادنیٰ چیز قربان کر کے اعلیٰ چیز حاصل کر رہے ہوں"۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر صرف تکلیف میں ڈالنا، ایک خیال کے پیچھے تکلیف میں ڈالنا حقیقی ایثار ہوتا تو پھر ایسے ہندو بھی ملتے ہیں جو بتوں کے سامنے کھڑے کھڑے اپنے بازو یا ٹانگیں سکھا لیتے ہیں یا بتوں کی خاطر اپنے بچوں کو قربان کر دیتے ہیں، زندہ بچوں کو گنگا میں بہا دیتے ہیں مگر یہ حق تلفی ہے۔ یہ ایثار نہیں ہے۔ کیونکہ ایثار کے نتیجے میں آپ کو زیادہ سے زیادہ یہ حق ملتا ہے کہ آپ تکلیف اٹھائیں کسی کو خوش کرنے کے لئے، کسی دوسرے نفس پر آپ کو ہرگز اختیار نہیں ہے کہ اس کو زبردستی تکلیف پہنچائیں تاکہ کوئی اور آپ سے خوش ہو جائے۔ یہ فرق ہے جو ہندو فلسفے میں اور مسلمان فلسفے میں ہے۔ ورنہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سب قربانی جب کرتے ہیں تو بچے بھی تکلیف اٹھاتے ہیں مگر یہ مراد نہیں کہ بچے کو مجبور کر کے اس گھاٹ میں غرق کر دیا جائے جہاں وہ اپنے ہوش اور حواس کے ساتھ کبھی بھی غرق ہونا پسند نہ کرے۔

پس ایثار لازم ہے اور اسکے بغیر آپ کو مزید ترقیات نصیب نہیں ہو سکتیں۔ مگر ایثار کو اپنی زندگی کا ایک لازمی حصہ بنالیں گویا وہ آپ کی سرشت ہو جائے اور اس سرشت کے ساتھ آپ کو تمام جرمن قوم سے تعلق رکھنا چاہئے اور تمام ان قوموں سے تعلق رکھنا چاہئے جو اس ملک میں آکر آباد ہوئی ہیں۔ یہ ایثار ہی ہے جو آپ کے رستے صاف کرے گا۔ ایثار کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ آپ کو غیر قوموں کے دلوں میں گھر کرنے کی توفیق بخشے گا، ان کو اپنانے کی توفیق بخشے گا۔ وہ جو بے گھر ہیں ان کو گھر مہیا کرنے کی توفیق بخشے گا مگر اپنی عزت اور احترام کی قربانی کے بغیر۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو ایثار کے بہت نمونے دکھا رہی ہے ایسے نمونے کہ ان کے متعلق سوچ کر بعض دفعہ میرے دل سے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی دعائیں اٹھتی ہیں۔ میں جب تصور کرتا ہوں تو عش عش کر اٹھتا ہوں۔ سبحان اللہ، اللہ نے کیسے کیسے پیارے وجود قائم کئے ہیں اور واقعۃً ان کے ایثار کے تصور سے میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں کیونکہ یہ غبار دل سے اٹھ رہے ہوتے ہیں۔

اور کبھی ایک دن بھی، ایک رات بھی ایسی نہیں گزری جب میں نے آپ کو، خصوصاً جرمنی کی جماعت کو ان کے ایثار کی وجہ سے اپنی دعا میں یاد نہ رکھا ہو۔ ایک رات بھی ایسی نہیں گزرتی۔ مختلف حالتیں ہیں۔ کبھی سکون کے ساتھ وہ باتیں اللہ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ ان بندوں کا خیال رکھ وہ تیری خاطر یہ قربانی کر رہے ہیں پھر ان سے بیقرار ہو کر اپنا چین کھو دیتا ہوں۔ مگر آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس ایثار کو چمٹے رہیں، اس کو اپنی فطرت ثانیہ بنالیں اور اسی ایثار کے ساتھ سب قوموں کے ساتھ سلوک کریں کیونکہ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ ایثار انشاء اللہ جرمنی کے اندر رہنے والے جرمنوں اور غیر قوموں کے دل بدل دیں گے اور احمدیت کے لئے ان کے دلوں کی راہیں صاف ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......|......☆......☆

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

آئندہ زمانہ میں مادہ پرست دلوں کا ذکر ہے جن پر کبھی بھی خدا کے ذکر سے رقت پیدا نہیں ہوتی اور اس میں امت کو نصیحت ہے کہ ایسے لوگوں کے اثرات سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ مانگتے رہیں۔ یہ دعا دراصل امت کو تعلیم ہے ورنہ آنحضرتؐ کو تو ہمیشہ خشوع و خضوع حاصل تھا اور آپؐ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور آپ کا علم خیر ہی خیر تھا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آجکل جو نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں وہ ساری ہی قریباً مغرب کی ایجادات ہیں اور بظاہر وہ بنی نوع انسان کے نفع کے لئے ہیں مگر دراصل یہ نفع پہنچانے کی خاطر نہیں بلکہ ان کی جدوجہد کا آخری مقصد اپنے آپ کو نفع پہنچانا ہوتا ہے۔ یہی مادہ پرستوں کی سیاست بھی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس دنیا کے حالات تبدیل ہو ہی نہیں سکتے جب تک اس مرکزی نکتہ کو آپ نہ سمجھ جائیں کہ آپ ایسی کوششوں سے اللہ کی پناہ مانگیں جو بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے فائدہ کے لئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم جو کوشش بھی کرتے ہیں کیا اس کا آخری مقصد محض اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا تو نہیں۔ کیا واقعۃً ہماری جستجو، ہماری کوششیں اس لئے وقف ہیں کہ لوگوں کو فائدہ پہنچا کر اللہ کی رضا حاصل کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کے خدا کے حضور آہ و بکا کے ذکر سے متعلق ایک حدیث پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جب خدا کے حضور آہ و بکا ہو تو اسے دبایا جاتا ہے اور اس صورت میں بعض اوقات سینے سے ایسی آواز نکلتی ہے جو ہنڈیا کے ابلنے والے مضمون میں پیش کی گئی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے ایک اور حدیث پیش کی جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کو دو قطرے اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ یہ قطرے جس کو نصیب ہو جائیں وہ فلاح پا گیا۔ ایک خدا تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے بہایا جانے والا آنسو اور دوسرا خدا تعالیٰ کی راہ میں بہایا جانے والا خون کا قطرہ۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس حدیث میں دراصل اس دور کا ذکر ہے جب خدا کی خشیت لوگوں کے دلوں میں نہیں رہے گی اور خدا کی خاطر خون بہانے والے کم رہ جائیں گے تو اس وقت خدا تعالیٰ ایک ایک قطرے پر نظر رکھے گا جو اس کی خاطر بہے گا۔ حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس دور میں جماعت احمدیہ کو کثرت سے خدا کی راہ میں ایسے قطرے پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے ان نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض کا خیال ہے کہ پیشانی پر جو نشان پڑتا ہے وہ مراد ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ایک نشان ہے جو خالصۃً اللہ کی عبادت کرنے والوں پر پڑتا ہے اور بعض دفعہ عام لوگوں پر بھی پڑتا ہے اور یہ نشان وہ ہے جو پاؤں پر ہے۔ جتنے نماز پڑھنے والے ہیں ان کے پاؤں پر ایڑھی کے نیچے ایک گٹا سا ضرور پڑتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس حدیث میں عبادت کا ذکر نہیں بلکہ یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں نشان پڑتا ہے۔ گویا عبادت کے علاوہ اور بھی بہت سے فرائض ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ کی خاطر جہاں بھی نشان پڑے وہ خدا کو بہت پیارا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ آپ میں سے لاکھوں احمدی ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی خاطر وقار عمل کی توفیق ملتی ہے اور اس محنت کے نتیجہ میں لازماً ان کے جسم پر کئی نشان پڑ جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس حدیث میں اللہ کی خاطر پڑنے والے جن نشانوں کا ذکر ہے وہ آپ احمدیوں کو نصیب ہو چکے ہیں۔ پس آپ بھی کبھی کبھی ان نشانوں کو پیار سے دیکھا کریں جن کو خدا پیار سے دیکھتا ہے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کی ایک اور حدیث پیش فرمائی جس میں یہ ذکر ہے کہ قیامت کے روز جب خدا کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا تو سات ایسے لوگ ہونگے جنہیں خدا سایہ دے گا۔ ان میں سے ایک امام عادل ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دراصل امام عادل ہی اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔ جہاں عدل سے عاری امیر ہوں وہاں اللہ کا سایہ پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حدیث کا ذکر جاری تھا کہ خطبہ کا وقت ختم ہو گیا اور حضور نے بقیہ مضمون آئندہ خطبہ میں جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔

مکتوب آسٹریلیا

(چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل انٹرنیشنل آسٹریلیا)

کائنات میں ہر طرف موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے

پچھلے دنوں ناسا امریکہ نے اعلان کیا تھا کہ انہوں نے دسمبر ۱۹۹۷ء کے دوران کائنات میں ایک بہت بڑا دھماکہ مشاہدہ کیا تھا جو اس بگ بینگ دھماکہ کے بعد سب سے بڑا تھا جس سے کائنات کا آغاز ہوا تھا۔ یہ دھماکہ کائنات کے آغاز کے دو ارب سال بعد اور اب سے کوئی بارہ ارب سال پہلے ہوا تھا۔ دھماکہ کا مقام زمین سے اتنا دور ہے کہ روشنی جو بجلی کی رفتار سے سفر کرتی ہے اب ہم تک پہنچی ہے۔ جس سیٹلائٹ کے ذریعہ زمین پر یہ ریڈیائی پیغام موصول ہوا تھا وہ اٹلی اور ہالینڈ نے مل کر آسمان پر چھوڑا ہوا ہے اور اس کا نام Beppo Sax رکھا ہوا ہے۔

اب اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہوا ہے۔ مذکورہ بالا سیٹلائٹ نے کینبرا آسٹریلیا کے قریب واقع Mount Stromlo کی رصدگاہ کو جو پیغام بھیجے ہیں ان کے مطابق زمین سے ۱۰۰ ملین روشنی کے سال (Light Year Distance) دور فاصلہ پر ایک بہت بڑا جلتا ہوا ستارہ نظر آیا ہے۔ یہ ستارہ جو پھٹ کر مر رہا ہے وہ اکیلا اس وقت اتنی روشنی دے رہا ہے جتنا وہ ساری کہکشاں (Galaxy) بھی نہیں دے رہی جس کا وہ ایک حصہ ہے اور جس میں اس جیسے ۱۰۰ ارب سورج چمک رہے ہیں۔ جو کچھ سائنس دانوں نے ریکارڈ کیا ہے وہ ایک بلیک ہول کی پیدائش کا منظر معلوم ہوتا ہے یعنی یہ ستارہ جل کر اپنے مرکز کی طرف تہہ بہ تہہ ہو کر یعنی لپٹا جا کر گر رہا ہے۔ عام ستارہ اس طرح نہیں جلا کرتا وہ جل کر ٹھنڈا اسفید کھنگر بن کر چکر لگاتا رہتا ہے جلنے کی حالت میں اس کو Super Nova کہتے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ اس لئے مختلف تھا کہ یہ ستارہ کسی بلیک ہول میں تبدیل ہو رہا ہے یا پہلے سے موجود کسی بلیک ہول میں مدغم ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کے جلنے کی کیفیت کو سپر نووا نہیں بلکہ Hyper Nova کہتے ہیں۔ بلیک ہول میں مادہ (Matter) شدید بھاری اور گھنا (Dense) ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی کشش ثقل (Gravity) اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ اگرچہ روشنی بالکل ہلکی ہوتی ہے وہ بھی اس کی کشش سے بچ کر نہیں جا سکتی اور اس میں جذب ہو جاتی ہے اور بالکل منعکس (Reflect) نہیں ہوتی جس کی وجہ سے بلیک ہول نظر نہیں آسکتا۔

آسٹریلیا کے سائنس دان کہتے ہیں کہ لگتا ہے ناسا والوں نے بھی گزشتہ دسمبر میں کوئی اسی قسم کا منظر دیکھا ہوگا بلکہ عجب نہیں کہ پہلا بگ بینگ بھی کوئی بہت بڑا بلیک ہول ہی ہو۔ (سڈنی ہیرلڈ، ۹.۵.۹۸)

خدا ہی جانتا ہے کہ کائنات میں کہاں کہاں کیا کچھ وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ حیات و موت کا سلسلہ صرف نباتات اور حیوانات کی انواع تک ہی محدود نہیں بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "چشمۂ معرفت" (روحانی خزائن جلد ۲۳) میں زندگی و موت کے فلسفہ پر بہت لطیف انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً آپؑ فرماتے ہیں:

"موت اسی بات کا نام ہے کہ ایک چیز اپنی لازمی صفات کو چھوڑ دیتی ہے۔ تب کہا جاتا ہے کہ وہ چیز مر گئی"۔ (صفحہ ۱۶۶)۔ "اکثر لوگ موت کے لفظ پر بہت دھوکہ کھاتے ہیں۔ موت صرف معدوم ہونے کا نام نہیں بلکہ اپنی صفات سے معطل ہونے کا نام بھی موت ہے"۔ (صفحہ ۱۶۱)۔ "ایسا ہی بعض نباتاتی اور معدنی چیزیں علیحدہ علیحدہ ہونے کی حالت میں تو ایک خاصیت نہیں رکھتیں مگر ترکیب کے بعد ان میں ایک نئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً شورہ یا صرف گندھک یا صرف کوئلہ سے بارود بنایا جائے تو یہ غیر ممکن ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ترکیب سے ایک نئی چیز پیدا ہو سکتی ہے"۔ (صفحہ ۱۷۲)۔

پس معلوم ہوا کہ جب کوئی چیز اپنی لازمی صفات سے محروم ہو جاتی ہے تو وہی اس کی موت ہوتی ہے اور جب وہ نئی حالت یا نئی ترکیب میں جدید صفات پاتی ہے تو یہ اس کی نئی زندگی کہلاتی ہے مثلاً سب جانتے ہیں کہ پانی آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے۔ ہائیڈروجن بطور ایندھن جلتی ہے اور آکسیجن اسے جلنے میں مدد دیتی ہے لیکن وہ خاص نسبت (H_2O) میں ملتے ہیں تو پانی وجود میں آتا ہے جو نہ جلتا ہے اور نہ جلنے میں مدد دیتا ہے بلکہ الٹا آگ کو بجھاتا ہے۔ یوں ہائیڈروجن اور آکسیجن دونوں اپنی پہلی صفات سے محروم ہو کر نئی صفات حاصل کر کے ایک نئی قسم کی زندگی پاتے ہیں۔ جس نسبت سے عناصر باہم ملتے ہیں اس کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ اگر آکسیجن اور ہائیڈروجن H_2O_2 کی نسبت سے ترکیب پائیں تو بجائے پانی کے ایک زہر بن جائے گا۔ شرعی قوانین بھی طبعی قوانین کے متوازی چلتے ہیں چنانچہ جب انسان کی طبعی حالتیں صحیح تناسب میں کام کریں تو اعلیٰ اخلاق اور نیکی بن جاتے ہیں اور اگر ان کا تناسب بگڑ جائے تو بد خُلقی اور برائی جنم لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جسم اور روح کے تغیرات حیاتِ اخروی پر بڑی عمدہ روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

"یہ بھی طبعی تحقیقاتوں سے ثابت ہے کہ تین سال تک انسان کا پہلا جسم تحلیل پا جاتا ہے اور اس کے قائم مقام دوسرا جسم پیدا ہو جاتا ہے اور یہ یقینی امر ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان کسی بیماری کی وجہ سے نہایت درجہ لاغر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ایک مشتِ استخوان رہ جاتا ہے تو صحت یابی کے بعد آہستہ آہستہ پھر وہ ویسا ہی جسم تیار ہو جاتا ہے۔ سو اسی طرح ہمیشہ کے لئے اجزاء جسم کے تحلیل پاتے ہیں اور دوسرے اجزاء ان کی جگہ لے لیتے ہیں پس جسم پر گویا ہر آن ایک موت ہے اور ایک حیات ہے۔

ایسا ہی جسم کی طرح روح پر بھی تغیرات وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس پر بھی ہر آن ایک موت اور ایک حیات ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ جسم کے تغیرات ظاہر اور کھلے کھلے ہیں مگر جیسا روح مخفی ہے ایسا ہی اس کے تغیرات بھی مخفی ہیں اور روح کے تغیرات غیر متناہی ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ روح کے تغیرات غیر محدود ہیں۔ یہاں تک کہ بہشت میں بھی وہ تغیرات ہونگے مگر وہ تغیرات رُو بہ ترقی ہونگے اور روحیں اپنی صفات میں آگے سے آگے بڑھتی جائیں گی اور پہلی حالت سے دوسری حالت ایسی دور اور بلند تر ہو جائے گی گویا پہلی حالت بہ نسبت دوسری حالت کے موت کے مشابہ ہوگی"۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۱۶۸)

پھر فرماتے ہیں:

"حالت خواب میں روحانی نظارے عجیب و غریب ہوتے ہیں مثلاً کبھی انسان ایک بچہ کی طرح اپنے تئیں دیکھتا ہے اور بیداری کا یہ واقعہ کہ وہ در حقیقت جوان ہے یا بوڑھا ہے اور اس کی اولاد ہے اور اس کی بیوی ہے بالکل فراموش کر دیتا ہے سو یہ تمام نظارے جو عالم خواب میں پیدا ہوتے ہیں صاف دلالت کرتے ہیں کہ روح خواب کی حالت میں اپنے حافظہ اور یادداشت اور اپنی بیداری کی صفات سے الگ ہو جاتی ہے اور یہی اس کی موت ہے"۔

(صفحہ ۶۴ حاشیہ)

نیز فرماتے ہیں:

"مجھے ایسے لوگوں سے سخت تعجب آتا ہے کہ وہ اپنی حالتِ خواب پر بھی غور نہیں کرتے اور نہیں سوچتے کہ اگر روح موت سے مستثنیٰ رکھی جاتی تو وہ ضرور عالم خواب میں بھی مستثنیٰ رہتی۔ ہمارے لئے خواب کا عالم موت کے عالم کی کیفیت سمجھنے کے لئے ایک آئینہ کے حکم میں ہے۔ جو شخص روح کے بارے میں سچی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ خواب کے عالم پر بہت غور کرے کہ ہر ایک پوشیدہ راز موت کا خواب کے ذریعہ سے کھل سکتا ہے"۔ (صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

پس کائنات کی ہر چیز کے لئے موت مقدر ہے۔ ہر مخلوق پر فنا آنے والی ہے۔ ایک سے دوسری حالت، دوسری سے تیسری اور اسی طرح ہر چیز فنا اور ارتقاء کے دائرہ میں آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے اور تمام مخلوقات کا دائرہ اول و آخر خدا کی ذات سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتا ہے اور یہ کیسے ہوتا ہے یہ وہ راز ہے جو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پس جیسا کہ خدا نے اس آیت میں کہ "وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ" (الفرقان 25:3) ہے لفظ کُل کے ساتھ جو احاطہ تامّہ کے لئے آتا ہے ہر ایک چیز کو جو اس کے سوا ہے مخلوق میں داخل کر دیا۔ ایسا ہی اس لفظِ کُل کے ساتھ اس آیت میں جو كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص 28:89) یعنی ہر ایک چیز معرضِ ہلاکت میں ہے اور مرنے والی ہے بجز خدا کی ذات کے کہ وہ موت سے پاک ہے"۔

(صفحہ ۱۶۵)

پس اگر امریکہ اور آسٹریلیا کے سائنس دانوں نے مرتے ہوئے سورج، ستارے، آسمان پر مشاہدہ کئے ہیں تو یہ خدا کی سنت کے عین مطابق ہے جو ہر مخلوق پر حاوی ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔

☆......☆......☆

زیادہ چھٹیاں کرنے سے ذہانت کم ہو جاتی ہے

یونیورسٹی آف لولانگن جرمنی کے پروفیسر لہرل کی تحقیق کے مطابق چھٹیوں میں چونکہ لوگ دماغ کو استعمال نہیں کرتے اس لئے وہ سست ہو جاتا ہے اور ان کی ذہانت کا انڈیکس (I.Q) گر جاتا ہے۔ پانچ دن کام نہ کریں تو آئی کیو پانچ فیصد گر جاتا ہے۔ تین ہفتے کام نہ کریں تو ۲۰ فیصد گر جاتا ہے اور اگر آدمی مستقل طور پر بیکار زندگی گزارے تو اس کی ذہانت کا معیار بھی مستقل طور پر گر جاتا ہے۔ اس لئے پروفیسر صاحب سفارش کرتے ہیں کہ چھٹی کے روز کم از کم دس منٹ تک ذہن سے خوب کام لیجئے۔ البتہ اگر آپ چالیس سال سے اوپر ہیں اور دماغی محنت طلب کاموں سے منسلک ہیں جیسے پروفیسر، ڈاکٹر، بنجر، مصنف، اخبار نویس وغیرہ اور اپنے دماغ کو مستقل طور پر دباؤ اور کھچاؤ کی حالت میں رکھتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں بھی ذہانت کا معیار گر جاتا ہے۔ اس لئے آرام کرنا بھی ضروری ہے۔ دماغ کے استعمال کے سلسلہ میں افراط و تفریط دونوں ہی نقصان دہ ہیں۔ اور میانہ روی اچھی ہے۔

(ماخوذ از سڈنی ہیرلڈ ۲۱.۴.۹۸)

قرآن کریم یہ اصول پہلے ہی بیان فرما چکا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اے لوگو! اگر تم میری نعمتوں کا شکر یعنی قدردانی کرو گے تو میں ان کو اور بڑھاؤں گا اور ترقی دونگا۔ لیکن اگر تم ناشکری اور ناقدری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہوا کرتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ ان نعمتوں سے محروم بھی کر سکتا ہے۔

مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ انسان کے تمام قویٰ خواہ وہ جسمانی ہوں، ذہنی، اخلاقی یا روحانی جو انسان بھی انہیں ضائع نہیں کرتا اور ان کو خدا کی نعمت اور امانت جان کر بر موقعہ اور بر محل استعمال کرتا ہے ان پر اللہ کے بڑے بڑے فضل ہوتے ہیں اور زندگی کی دوڑ میں دوسروں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اور جو اُن کو مٹی میں ملا دیتے ہیں وہ ناکام ٹھہرتے ہیں۔

☆......☆......☆

یورپ کے سب سے بوڑھے زیتون کے درخت کو کسی نے آگ لگادی

مذہبی لٹریچر میں زیتون کے درخت کا بہت ذکر آتا ہے۔ یہ درخت سارا سال سرسبز رہتا ہے اور اس کی شاخ کو امن کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ توہّم پرست لوگ بوقت شادی اس سے گھروں میں امن وسکون کا شگون لیتے ہیں۔

ٹسکانی (Tuscany) میں ایک زیتون کا درخت کسی رومی سردار نے دو ہزار سال پہلے لگایا تھا۔ جو اب تک ایک زندہ روایت کے طور پر لہلہاتا چلا آرہا تھا۔ یہ ٹیڑھا میڑھا درخت سیاحوں کے لئے باعث دلچسپی تھا اور شادی کارڈوں پر امن وسکون کے نیک شگون کے طور پر اس کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ لیکن حال ہی میں پتہ نہیں کسی دل جلے کو کیا سوجھی کہ اس نے اس یادگار درخت کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ (بحوالہ ٹائم ۲۵.۵.۹۸) ☆☆☆☆

اَلَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَان

حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ

(دوسری اور آخری قسط)

قرآن مجید سے گہرا تعلق

قرآن کریم کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ اور سلسلہ احمدیہ میں انہیں تفسیر قرآن میں بلند مقام حاصل تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کو اس فن میں کامل ہونے کا سرٹیفیکیٹ عطا فرمایا۔

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا اور اس کی تعلیم دینا آپ کا خاص اور پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بیسیوں دفعہ آپ نے قرآن کریم کا مکمل درس دیا۔ رمضان کے مہینہ میں ظہر سے عصر تک باقاعدہ درس دیا کرتے۔ اور آپ کا یہ طریق ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۷ء تک جاری رہا۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ناسازیٔ طبع کے دوران آپ کو اپنی جگہ درس القرآن کے لئے مقرر فرمایا۔ آپ اس درس و تدریس کے کام سے کبھی اکتاتے نہیں تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ ظہر اور عصر کے درمیان مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کا درس دیا۔ عشاء کے بعد وہاں بخاری شریف کا درس دیا اور نماز فجر کے بعد مہمانخانہ میں قرآن کریم کی روحانی غذا بندگانِ خدا کو پہنچائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو قرآن کریم سے شدید محبت اور عشق تھا۔ قرآن کریم آپ کی غذا تھی۔ قرآن کریم ہی آپ کی جان تھی۔ بعینہ وہی تعلق قرآن کریم سے حضرت حافظ صاحبؓ کو تھا۔ آپ کی مجلس میں بھی ہمیشہ قرآن کریم کا ذکر رہتا اور آپ اس کا درس معمولاً بڑے شوق سے دیا کرتے۔

آپ علم تجوید کے ماہر اور بڑے خوش الحان قاری تھے۔ آپ کی قراءت سن کر کئی غیر احمدی اور غیر مسلم بھی مسحور ہو جاتے تھے۔

آپ نکات قرآنیہ بتاتے ہوئے انہیں نہ صرف اپنی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ ہر بات کی سند اپنے بزرگ استاد حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ تک پہنچاتے۔ اور ہر ایک قرآنی نکتہ کو آپ کی طرف منسوب کرتے اور اس میں بڑی راحت محسوس کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے زیادہ محسن کشی اور احسان فراموشی کوئی نہیں کہ انسان اپنے چشمۂ فیض کو سیر ہو جانے کے بعد بھول جائے۔ نیز فرمایا کرتے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات اور برکات کے جذب کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بڑوں کا ذکر خیر کرتا رہے اور جو خوبی اسے کسی محسن سے حاصل ہوئی ہے اس خوبی کو اس محسن کی طرف ہی منسوب کرے۔

آپ درس دیتے ہوئے عربی لفظوں کے معانی بتاتے ہوئے قرآن کریم سے ہی استشہاد فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کی نصیحت اپنے شاگردوں کو بھی فرماتے۔

میدان تبلیغ کے کامیاب اور آزمودہ کار جرنیل

حضرت حافظ صاحبؓ کو تبلیغ کا ایک جنون تھا اور تبلیغ کرتے ہوئے غیر احمدی، غیر مبائع، ہندو، سکھ، عیسائی یہودی غرضیکہ ہر مذہب و ملت کے ماننے والوں سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ خلافت ثانیہ کے قیام کے معاً بعد حضرت حافظ صاحب نے ملک کے طوفانی دورے کر کے ایک طرف جماعت احمدیہ کے افراد کو خلافت کے ساتھ وابستہ کرنے میں عظیم تر کوششیں کیں۔ اور دوسری طرف ہندوستان کے ہر مذہب و ملت کے ماننے والوں کے سامنے احمدیت اور اسلام کی صداقت کو واضح کیا، خدا تعالیٰ کی ہستی کو منوایا اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کی شان بیان کی۔ آپ جہر الصوت تھے اور خوش الحان بھی تھے۔ صبر و تحمل کا مادہ آپ میں وافر پایا جاتا تھا۔ فتنہ و فساد کے وقت آپ کی طبیعت میں جوش پیدا نہ ہوتا تھا۔ آپ میں خوش خلقی، خوش کلامی کی صفات اور ایک خاص قسم کا جذب اور کشش پائی جاتی تھی کہ لوگ آپ کی تقریر اور گفتگو کو نہایت توجہ اور شوق سے سنتے تھے۔ اور پھر آپ کی تقریر اور گفتگو اس قدر مؤثر اور مدلل ہوا کرتی تھی کہ سامعین اچھا اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ادھر آپ کسی جلسہ میں تقریر کر کے ہٹے اور ادھر بیسیوں آدمیوں نے بیعت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

ہندوستان کے علاوہ آپ کو ممالک غیر میں بھی تبلیغ کا موقعہ ملا۔ ۱۹۲۴ء میں جب آپ یورپ کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضور کے ارشاد کے ماتحت آپ نے عرشہ جہاز میں یہودیوں کو پیغام حق پہنچایا۔ بیت المقدس میں یہودی علماء کو پیغام حق پہنچایا۔

(ملاحظہ ہو الفضل ۴ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

قاہرہ میں خلافت کے متعلق علماء کو مسلمانوں کی غلطیاں، ٹھوکریں اور تلون بتایا اور پھر ان کے سامنے اپنا عقیدہ بڑی وضاحت سے پیش کیا۔

(ملاحظہ ہو الفضل ۲ر ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

شام میں آپ کو تبلیغ حق کا موقعہ ملا۔ دمشق میں کئی ایک تقاریر کیں اور ان سے ہر فرقہ کے علماء نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حظ اٹھایا۔

مبلغین کے استاد

حضرت حافظ صاحبؓ نہ صرف خود کامیاب مبلغ تھے بلکہ مبلغ گر بھی تھے۔ تبلیغ کے میدان جہاد کے نہ صرف خود ایک کامیاب اور تجربہ کار جرنیل تھے بلکہ آپ جرنیل گر بھی تھے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے قادیان میں جو سب سے پہلی باقاعدہ تبلیغی کلاس کھولی گئی اس کے آپ پہلے اور اکیلے استاد مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنے طلباء کی اس طرح تربیت کی جس طرح ایک مرغی اپنے پروں کے نیچے اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ جماعت احمدیہ کے تمام مبلغین بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ ہی کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے ہیں۔ اور پھر ان کے ذریعہ اکنافِ عالم میں سعید روحوں کو احمدیت میں شامل ہونے کی جو توفیق ملی ہے اس کا ثواب صدقہ جاریہ کے طور پر یقیناً آپ کو پہنچ رہا ہے۔ آپ کے تیار کردہ شاگردوں میں سے ایسے قابل اور فتح نصیب جرنیل پیدا ہوئے جنہوں نے تبلیغی جہاد کے ہر میدان میں کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کر کے آپ کے سر کو ہمیشہ ہی بلند رکھا۔ اور اپنی ان بے مثال تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے آپ کے دو عظیم شاگردوں یعنی مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کو جنہیں آپ کی زندگی میں آپ کی توجہ کا وافر حصہ ملا تھا "خالد" کے قابل قدر خطاب سے نوازا گیا۔ (الفضل ۱۵ر مارچ ۱۹۵۷ء)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مبلغین کی ایک کلاس عارضی طور پر ۱۹۱۴ء میں بھی جاری کی گئی تھی جس میں تعلیمی قابلیت کا کوئی معیار نہ تھا۔ اس تبلیغی کلاس کی گو سرپرستی حضرت میر محمد اسحاق صاحب فاضلؓ کے سپرد تھی لیکن متعدد علماء اس میں لیکچر دیا کرتے تھے۔ اس کلاس کا دوبارہ اجراء بعد میں بھی کیا گیا۔ لیکن باقاعدہ کلاس کا ۱۹۲۰ء میں اجراء ہوا جس میں مولوی فاضل طلباء کو لیا گیا۔ اس میں کامیاب ہونے والوں کو مبلغ کے نام سے نوازا گیا۔ اس کی نگرانی، تربیت اور تعلیم کا کام مکمل طور پر حضرت حافظ صاحبؓ کے ہی سپرد تھا۔

فقہ میں آپ کا مقام

فقہ میں آپ کا مقام جماعت میں بہت بلند تھا۔ آپ اس علم میں عظیم مجتہد تھے۔ مدتوں آپ نے علم کی تحصیل کی اور بعد میں سالہاسال تک تدریس۔ خلافت ثانیہ کے اوائل سے آپ کو سلسلہ احمدیہ کا مفتی مقرر کیا گیا تھا اور تاوفات آپ اس ممتاز عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے فتاویٰ نہایت مختصر لیکن مدلل ہوا کرتے تھے۔ اور آپ ان کے بارہ میں کسی اثر کو قبول نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی مشہور تالیف "فقہ احمدیہ" ہماری جماعت میں فنِ فقہ پر واحد تالیف ہے۔ آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ :

"فقہ کے معنے اصل تو سمجھنے اور سمجھ دار ہونے کے ہیں۔ مگر مسلمانوں کی اصطلاح میں فقہ ان احکام کے مدلل جاننے کا نام ہے جو عمل سے تعلق رکھتے ہوں۔ فقیہہ اس کو کہتے ہیں جو علم احکام دلیل کے ساتھ رکھتا ہو"۔

(الفضل ۹ر مارچ ۱۹۲۲ء)

اور آپ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ ایک عظیم فقیہہ تھے۔

خلافت کا احترام

خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت جب جماعت میں ایک زلزلہ آیا اور جماعت ایک عظیم فتنہ کا شکار ہو گئی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت کی تائید میں جن چیدہ چیدہ علماء نے کام کیا ان میں سے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ آپ نے ان دنوں میں جماعتوں کے دورے کر کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جماعت کے شیرازہ میں لا کر شامل کیا۔ اور بقول حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ فاضل مرحومؓ ۱۹۱۴ء کے اختلاف کے موقع پر بہت سی روحوں کے حق پر قائم رہنے کا ثواب خدا چاہے تو آپ کو ہوگا۔ آپ علی وجہ البصیرت اس بات پر قائم تھے کہ :

"نبی بنانا بھی اللہ کا کام ہے اور نبی کا نائب بنانا بھی اسی کا فعل ہے۔ جیسے نبی کی نبوت کا ثبوت اللہ تعالیٰ اپنی خاص نصرت سے دیتا ہے ایسے ہی ان کے جانشینوں کا ثبوت بھی اپنے فعل سے وہ دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے کلام میں یوں فرمایا ہے کہ خلیفہ میں بناؤں گا اور میں ہی ان کو تمکنت بخشوں گا"۔

آپ کے دل میں خلافت کا احترام اور اس کی اہمیت کا احساس اس حد تک پایا جاتا تھا کہ آپ نے فرمایا :

"جس مسجد میں امام خلیفہ ہو اس میں دوسری نماز مکروہ ہے"۔ (الفضل ۶ر جنوری ۱۹۲۱ء صفحہ ۶)

خدمت دین کے لئے جوش

خدمت دین کا آپ کو کامل عشق تھا اور کوئی دقیقہ دینی خدمت کا آپ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیرت النبیؐ کے جلسوں کے لئے مبلغ مقرر کئے جا رہے تھے۔ میں نے بطور خبر آپ کی خدمت میں بھی ذکر کر دیا تو آپ نے فرمایا :

"ناظر صاحب سے کہنا مجھے بھی کسی جگہ مقرر کر دیں۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ آئندہ سال شاید یہ موقع نہ ملے...... کسی کے سہارے کسی قریب کے شہر میں چلا جاؤں گا۔ مجھ سے یہ بھی تو برداشت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کی تعریف میں جلسے ہوں اور میرا ان میں حصہ نہ ہو"۔ (الفضل ۹ر مئی ۱۹۲۰ء صفحہ ۹)

عبادت وزہد

حضرت حافظ صاحبؓ نہایت عابد وزاہد اور قائم اللیل انسان تھے۔ ہر مشکل وقت میں بلکہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں خدا تعالیٰ کی طرف جھکے رہتے تھے۔ آپ کی ساری زندگی ریاضت و عبادت میں گزری اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر الہام و کشوف کا دروازہ کھول دیا۔ آپ خود اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے خاندان کی حالت پر غور کیا اور دیکھا کہ اگرچہ ہمارے آباء واجداد محبت الٰہی میں فنا تھے اور دنیا سے منہ موڑ چکے تھے مگر اب ان کی اولاد دنیا کی طرف مائل ہو چکی ہے اور ان کی دینی حالت ابتر ہو چکی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے اپنے الہام اور کشوف کے ذریعہ مجھ پر یہ امر کھولا کہ اس وقت حقیقی صوفی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ کے قبول کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کیا اور اپنا سب کچھ اس چشمۂ ہدایت کے لئے قربان کر دیا۔

(ملاحظہ فرمائیں مجمع البحرین)

فرض منصبی کا احساس

آپ کو اپنے فرائض منصبی کا بہت احساس تھا۔ آپ اپنے کاموں کو بیگار کی طرح سرانجام نہ دیا کرتے تھے بلکہ انہیں اپنا کام سمجھ کر اور سنوار کر کرتے اور اپنی ضروریات آرام و آسائش کو فرائض منصبی کے لئے قربان کرتے۔ بیمار ہوتے، سفر سے واپس آتے اور تھکے ہوتے لیکن آپ نے کبھی اپنے فرائض منصبی سے رخصت حاصل

نہ کی۔ رخصت کے نام سے آپ کو چڑ تھی۔ آپ اپنے شاگردوں کو بھی نصیحت فرماتے کہ رخصت کا نام نہ لیا کرو۔ زندگی میں تمہارے لئے رخصت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں موت کے بعد تم مکمل آرام کر سکتے ہو۔ آپ کام کرنے میں راحت پاتے تھے۔ محنت آپ کی غذا تھی اور خدمت سلسلہ آپ کا نصب العین تھا۔ آپ طالب علم کو جب وہ بیمار ہوتا، رخصت دینے کی بجائے چارپائی پر لٹا دیتے لیکن درس میں ضرور شریک کرتے۔ مرض الموت میں بھی جب کہ ڈاکٹروں نے حرکت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت سے آپ غافل نہ ہوئے۔ اپنے یا غیر کی خوشی اور آرام کی خاطر مفوضہ ڈیوٹی میں کوتاہی کرنے کو آپ گناہ کبیرہ سمجھتے۔ اور فرمایا کرتے تھے ہمیں وقت بہت کم دیا گیا ہے اور کام بہت زیادہ ہے اس لئے ہمیں اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں صرف کرنا چاہئے تا خدا تعالیٰ کے سامنے ہمیں شرمندگی نہ ہو۔ ایک موقعہ پر لجنہ اماء اللہ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"اپنے فرائض منصبی کو پہچانو۔ اور اس بات کو سمجھ لو کہ اگر تم نے اچھا نمونہ دکھایا تو آئندہ نسلیں اس سے فائدہ اٹھائیں گی۔ اور اگر تم نے برا نمونہ دکھایا تو آئندہ نسلوں کی گمراہی کا گناہ تم پر پڑیگا۔ تم تمام سستیوں، جھوٹ، غیبت، چوری اور گلے وغیرہ کو چھوڑ دو تا خدا تعالیٰ تمہارا مددگار ہو اور تم پر اپنے فضلوں کی بارش کرے۔

(الفضل ۷/اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۷)

انکسار

آپ بحر العلوم تھے۔ جماعت میں آپ کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن آپ برتری کے کبھی خواہش مند نہ ہوئے۔ اور کسی امتیاز کی آپ نے کبھی خواہش نہ کی۔ آپ کو تبلیغ و اشاعت کے کام اور اس کے خیال کے سوا اور کوئی تڑپ نہ تھی۔ اور اس بات کا جوش تھا کہ جن علوم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہرہ مند کیا ہے انہیں دوستوں تک پہنچائیں۔ اگر کوئی آپ کی تعریف کرتا تو اسے منع فرما دیتے یا ذکر الٰہی میں اور دعا میں مصروف ہو جاتے۔ کبھی کسی شاگرد سے بات کر کے تعریف کرنے والے کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرنے کی کوشش فرماتے۔ سفروں میں اپنے رفقاء کار کا خیال رکھتے اور انہیں یہ محسوس نہ ہونے دیتے کہ آپ ان کے امیر الوفد ہیں یا انہیں ان پر کوئی امتیاز حاصل ہے۔ آپ کا کیریکٹر نہایت بلند اور بے داغ تھا۔

غیرت دین

گو آپ اپنی ذات میں نہایت بردبار اور منکسر المزاج تھے لیکن دین کے بارہ میں سخت غیور واقع ہوئے تھے۔ آپ نے تبلیغ کے سلسلہ میں ہر قسم کی بدزبانی، سختی اور تکلیف برداشت کی لیکن جب بھی کہیں دین کے لئے غیرت کا سوال آیا، آپ نے اپنی پرواہ نہیں کی۔ آپ نے مصنوعی وجاہت دنیا کی ظاہر داری یا رواداری کے پردہ میں اپنی غیرت کو دبایا نہیں۔ بلکہ دشمن کے سامنے ڈٹ گئے اور اسلام اور احمدیت کے رُخ زیبا کو واضح کر کے معترض کے اثر کو زائل کر کے رکھ دیا۔

آپ کا بلند مقام
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظر میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات پر فرمایا :

"میں سمجھتا ہوں میں ایک نہایت وفادار دوست کی نیک یاد کے ساتھ بے انصافی کروں گا اگر اس موقعہ پر حافظ روشن علی صاحبؓ کی وفات پر اظہار رنج و افسوس نہ کروں۔ حافظ صاحبؓ مرحوم نہایت ہی مخلص اور بے نفس انسان تھے۔ میں نے ان کے اندر وہ روح دیکھی جسے اپنی جماعت میں پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی۔ ان میں تبلیغ کے متعلق ایسا جوش تھا کہ کچھ کہلوانے کے محتاج نہ تھے۔ بہت لوگ مخلص ہوتے ہیں، کام بھی اچھا کرتے ہیں مگر اس امر کے محتاج ہوتے ہیں کہ دوسرے انہیں کہیں، یہ کام کرو تو وہ کریں۔ حافظ صاحبؓ مرحوم کو میں نے دیکھا وہ سمجھتے تھے گو خدا تعالیٰ نے خلیفہ مقرر کیا ہے مگر ہر مومن کا فرض ہے کہ ہر کام کی نگہداشت کرے اور اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھے۔ وہ اپنے آپ کو سلسلہ کا ایسا ذمہ دار سمجھتے تھے جیسا کہ اگر کوئی مسلمان اکیلا رہ جائے اور وہ سمجھے۔ یہ ان میں ایک نہایت ہی اعلیٰ خوبی تھی اور اس کا انکار ناشکری ہوگی۔ یہ خوبی پیدا کئے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی کہ ہر شخص محسوس کرے سب کام مجھے کرنا ہے۔ اور تمام کاموں کا میں ذمہ دار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے چالیس مومن میسر آجائیں تو میں ساری دنیا کو فتح کر لوں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک محسوس کرے کہ مجھ پر ہی جماعت کی ساری ذمہ داری ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ ساری دنیا کو فتح کروں۔ خدا کرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش سے بڑھ چڑھ کر ایسے لوگ ہوں۔ جیسا کہ نبیوں کے متعلق خدا تعالیٰ کی سنت ہے۔ ایسے چالیس آدمی نہیں بلکہ لاکھوں میسر کر دے جن میں سے ہر ایک یہ سمجھے کہ آسمان اور زمین کا بار اٹھانا اس کا فرض ہے"۔

(الفضل ۷/جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۲)

بیماری اور وفات

حضرت حافظ صاحبؓ کئی سالوں سے ذیابیطس کی مرض میں مبتلا تھے۔ آپ نے اس کی زیادہ پرواہ نہیں کی۔ صبح و شام علمی مشاغل میں مشغول رہے اور علاج معالجہ کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔

آخر اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی۔ اور آپ ۲۳/جون ۱۹۲۹ء کی شام کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اور اس طرح یہ علم و فضل کا آفتاب جو چھوٹے بڑے، امیر و غریب، اپنے اور پرائے سب کو یکساں طور پر اپنے خدا کے نور سے مستفید کر رہا تھا، صفحۂ عالم سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

(یہ مضمون حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کی سیرت و سوانح پر مکرم سلطان احمد صاحب پیرکوٹی کی مؤلفہ کتاب سے ماخوذ ہے) ۔ (ادارہ)

دنیائے مذاہب

بدھ مت کے بارے میں
چند سوالات کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

(دوسری قسط)

☆......**سوال نمبر ۲** : کیا بدھ مت کی کتب مقدسہ کا متن اور ان کے مضامین محفوظ ہیں ؟

......**جواب:** بدھ مت کی کتب مقدسہ کے طور پر بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان میں بدھ کی اصلی تعلیمات تحریر ہیں مگر یہ تمام کتب اپنی موجودہ صورت میں اُس وقت ضبط تحریر میں آئیں جب کہ بدھ مت کے متبعین فرقوں میں بٹ چکے تھے۔ ان کتب میں سے صرف ایک کتاب مکمل حالت میں کسی ہندوستانی زبان میں موجود ہے۔ یہ تھیراویدی فرقہ کی کتاب مقدس ہے جسے سری لنکا، برما، تھائی لینڈ، کمبوچیا کے بدھ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ پالی زبان میں ہے۔ یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے اور یہ کتاب "ترے پٹک" یعنی "تین ٹوکریاں" کہلاتی ہیں۔

ترے پٹک کس طرح معرض وجود میں آئی ؟ روایتی بیان یہ ہے کہ بدھ کی وفات کے بعد تین بڑی بڑی کونسلیں منعقد ہوئیں جن کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ بدھ مت کے اصول خالص شکل میں محفوظ کر لئے جائیں۔

• بدھ مت کی کتب مقدسہ بدھ علماء کے اپنے اقرار کے مطابق محفوظ نہیں بلکہ ان میں مسلسل کمی بیشی اور تحریف ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم دھرمانند کوسمبی اپنی کتاب "بھگوان بدھ" میں لکھتے ہیں :

"مطلب یہ کہ بدھ کی تعلیمات ان کے شاگردوں کو ستوں گیسیوں اور ان کی تشریحات کی صورت میں حاصل ہوئی تھیں۔ آگے چل کر ان میں چھ ابواب کا اضافہ ہوا اور پھر ان میں کچھ ابواب کا تعین کر کے بہت سے سُت تخلیق کئے گئے جو اس وقت موجود ہیں لہذا یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے خود بودھ کا موعظہ کون سا ہے اور کون سا بناوٹی۔ تاہم اشوک کے بھابھرایا بھابرو کے کتبے کی بنیاد پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پٹکوں کے قدیم حصے کون کون سے ہونگے"۔ (بھگوان بدھ مصنفہ دھرمانند کوسمبی (کتاب گجراتی زبان میں ہے)۔ اردو ترجمہ از پرکاش پنڈت صفحہ ۲۸)

پھر لکھتے ہیں : "انگتر نکائے کے بہت سے حصے بعد کے جوڑے ہوئے ہیں۔ تین اشیاء سے تعلق رکھنے والی جو باتیں "تک پات" میں درج ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم و جدید کا کچھ لحاظ نہیں کیا گیا"۔

(ایضاً صفحہ ۲۳)

پھر لکھتے ہیں : "بدھ کے ایڈیشن بالترتیب پیش نہیں کئے گئے یہی نہیں بلکہ جو ایڈیشن ہیں ان میں بہت سے اضافے ہو گئے ہیں۔ ان میں اصل ایڈیشنوں کی تلاش کار دارد ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۳۹۔)

بدھ مت کی کتب مقدسہ میں بدھ کی وفات کے صدیوں بعد تحریف اور اضافے ہوتے رہے اور یہ سب باتیں بدھ کی طرف منسوب کی جاتی رہیں۔ اس بارہ میں برطانیہ کے معروف عالم Edward Conze لکھتے ہیں :

A Sutra is a text which claims to have been spoken by the Buddha himslef. It always begins with the words, "Thus I have heard at one time, The Lord dwellet at ....", The "I " here means that the Ananda, who recited the entire Buddha - word immeditely after the Buddha's death. Many Sutras were composed centuries after the deathe of Buddha. The actual authors of the Sutras' which were not spoken by the historical Buddha himself, are, of course unknown.

(Buddhism by - Edward Conze - p.28)

یہی مصنف اپنی کتاب Buddhist Scriptures صفحہ ۱۱، ۱۲ میں لکھتے ہیں :

"Buddhism is divided into numerous tradional schools , each with its own sets of scripture.The bulk of authoritative Buddhist writing is truely enourmous and covers tens and hundereds of thousands of pages ....., The bulk of the selections in this book was written down between A.D.100 and . 400 in other words about six hundred to nine hundered years after the Budha's demise. For the first five hundered years the scriptures were orally transmitted .They were written down only at the begining of the Christian era, because at that time the decline in faith threatened their continued survival in the memories of the monks. Different schools wrote down different things, much of it was obviously composed centuries ago, and some it must represent the direct and actuall sayings of the Buddha himself. At present we have, however, no objective criticism which would allow us to isolate the original Gospel."

(Buddhist Scripture by - Edward Conze Pengiun Classics. Penguin Books Ltd. Hamondsworth.Middlesex.)

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔ (مینجر)

بقیہ: دورہ جرمنی از صفحہ نمبر ۲

ضرور لوٹیں اور اپنے گھروں پر قانع ہو جائیں۔

اس انتہائی اہم امر سے روگردانی کے نتیجے کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے گھروں پر قانع نہیں ہوتے وہ بازاروں میں آوارہ گردیاں کرتے پھرتے ہیں۔ خاوند ہوں کسی کے یا بچے ہوں یا بچیاں ہوں جو بھی اپنے گھروں پر قانع نہیں ہونگے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ پھر باہر قانع ہوتے ہیں اور آوارہ گردی اس کا ایک طبعی قطعی نتیجہ ہے۔

جانوروں کی اس قناعت کے ذکر میں ہی حضور نے فرمایا کہ سب سے زیادہ اہمیت لفظ قناعت کی آنحضرت ﷺ کے غلاموں کے لئے ہے۔ پس اگر بھیڑ بکریاں قناعت کرتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے غلام کیوں قناعت نہیں کرتے، ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہوئے اتنا عرصہ باہر رہیں جتنا عرصہ باہر رہنا ضروری ہے پھر اپنے گھر میں جا کر سکون پائیں۔ اور جب اس گھر میں لوٹو تو اللہ کا شکر کرتے ہوئے اسی پر راضی ہو، جو کچھ گھر میں ہے۔ سوچو کہ خدا نے یہ کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرو۔ اور جو اللہ کی خاطر قناعت کرتا ہے قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ان کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

غریب بچوں کو حضور انور نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں اپنے غریبانہ گھر پر راضی ہو جانا چاہئے اور اس میں یہ سوچ کے سکون حاصل کرنا چاہئے کہ میرے اللہ نے دیا ہے اگر یہ نہیں سوچیں گے تو ان کو قناعت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ اس ضمن میں بھی ماؤں کو بچوں کی تربیت کی طرف ایک بار پھر متوجہ کرتے ہوئے فرمایا، جب اللہ پر نظر ہو اور اللہ سے پیار ہو اور یہ پیار آپ نے پیدا کرنا ہے یہ نظر ماؤں نے بچوں کو عطا کرنی ہے، اس صورت میں ان کو کسی اور سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب وہ بڑے ہونگے تو ہمیشہ اپنے گھر ہی کو اپنا آخری مسکن بناتے ہوئے بڑے ہونگے۔ اور جو بھی ماحول میسر ہے اس پر قناعت کریں گے۔ اس کی تفصیل حضور نے مختلف مثالوں سے سمجھائی۔

حضور پر نور نے اس انتہائی اہم اور وقت کی ضرورت پر مبنی مضمون کو نہایت مدلل اور آسان کر کے ذہن نشین کروایا اور فرمایا کہ قناعت کا مضمون ایک نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ اس کا دنیا سے بھی تعلق ہے، آخرت سے بھی تعلق ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے جس کو قناعت نصیب ہو جائے اس کو سب کچھ نصیب ہو گیا۔ اس سلسلے میں حضور نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بھی سنایا جس میں ایک مانگنے والے نے کہا کہ جس کی کوئی خواہش نہ رہے اسے سب کچھ مل گیا اور یہ آنحضورؐ کے اس قول کی تائید میں ہے کہ قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ جب حرص مر جائے تو جو کچھ بھی ہے انسان اس پہ خوش ہوگا اور اگر یہ خیال ہو کہ اللہ نے عطا فرمایا ہے تو اور بھی زیادہ خوش ہوگا۔

اس مضمون کو حضور نے واقعات صحابہ رسولؐ اور احادیث کے حوالے سے مزید بیان کیا کہ جو حقیقی قناعت حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نصیب ہوئی تھی اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ آخر پر حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ بیان کیا جس میں آپ نے اپنے والد محترم کی خدمت میں جو چاہتے تھے کہ آپ دنیا کی ملازمت کریں اور کمائیں اور اچھی طرح زندگی بسر کریں، عرض کی کہ "میں نوکری نہیں کرنا چاہتا دو جوڑے کھدر کے کپڑوں کے بنا دیا کریں اور روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو میرے لئے بہت کافی ہے"۔ اب باپ کی لمبی زندگی کی دعائیں کرنے والے ساری عمر کے لئے اس بات پر راضی ہو گئے کہ میں دین کے کام کروں اور دنیا کمانے سے مستغنی ہو جاؤں۔

خطاب کے اختتامی کلمات میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اپنی زندگیوں میں اس قناعت کو اختیار کریں گے جس کو قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور جس کے پاک نمونے آنحضرت ﷺ نے دکھائے اور جن کا نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی دکھایا.......... اللہ تعالیٰ ہماری احمدی خواتین کو یہ توفیق عطا فرمائے اور احمدی بچیوں کو بھی یہ مضمون براہ راست اچھی طرح سن کر اچھی طرح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

حضور پر نور ایدہ اللہ نے اس خطاب کے بعد اجتماعی دعا کروائی۔ اللہ ہمیں اپنے پیارے امام کی توقعات پر کماحقہ پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واقفین نو بچوں کے ساتھ حضور انور کی ملاقات

خطاب کے بعد حضور مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے جہاں پروگرام کے مطابق جرمنی میں مقیم واقفین نو (بچوں اور بچیوں) کے ساتھ ملاقات کے سلسلہ میں حضور انور کی خدمت میں درخواست کی گئی تھی جس کو حضور انور نے منظور فرمایا اور چونکہ اللہ کے فضل سے ایک خاصی تعداد واقفین نو کی جرمنی میں مقیم ہے لہذا حضور کے قیمتی وقت کی اہمیت کے پیش نظر یہ پروگرام بنایا گیا تھا کہ بچے اور بچیاں اجتماعی طور پر حضور کے سامنے سے گزریں گے۔ اس کا ذکر حضور نے مستورات سے خطاب کے اختتام پر بھی کیا اور فرمایا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مارچ پاسٹ ہو اور مجھے سلیوٹ (salute) کیا جائے مگر چونکہ امیر صاحب جرمنی نے پہلی بار خواہش کا اظہار کیا ہے اس لئے میں نے ان کی خواہش کے احترام میں اس بات کو منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ تمام بچے اور بچیاں قطاروں میں اپنے آقا کی شفقت بھری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہے۔ بعض بچوں اور بچیوں کو مزید سعادت حضور سے پیار حاصل کرنے کی بھی عطا ہوئی۔

اس ضمن میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ بچیوں کے لئے سفید شلوار قمیص اور سر پر دوپٹہ کے ساتھ ایک بیج (جو کہ شعبہ وقف نو کی طرف سے قیمتاً دیا گیا) اور بچوں کے لئے سفید شرٹ، کالی پتلون اور بیج کے ساتھ شعبہ وقف نو کی طرف سے ایک ٹوپی (جس پر سامنے ایک سٹکر چسپاں تھا) یونیفارم کے طور پر مقرر تھا اور اسی میں سب بچے اور بچیاں آئے۔

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے سلسلے میں بہت ہی اہمیت کی حامل یہ عظیم کھیتی ہے جو خلیفۂ وقت نے خدا تعالیٰ سے تائید پا کر آئندہ نسلوں کی سیرابی کے لئے لگائی ہے اور آج اس کو نشو و نما پاتے ہوئے خدا کا یہ پیارا خلیفہ دیکھ کر جانے دل ہی دل میں کس قدر خوشیوں سے مسرور ہو رہا تھا اور اس کے دل سے دعاؤں کے چشمے جاری ہو کر ان ننھے معصوم بچوں کو عرفان کا شربت پلا رہے تھے اللہ تعالیٰ اس عظیم اور بابرکت تحریک کو بار آور فرمائے اور اس کے حقیقی مقاصد اپنی پوری شان کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچیں۔ آمین

نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد حضور انور کی خصوصی اجازت سے ایک نکاح کے اعلان کی تقریب ہوئی۔ اس نکاح سے متعلق بھی حضور پر نور نے مستورات سے خطاب کے اختتام پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ چونکہ عام طور پر جلسوں میں نکاح کا اعلان نہیں ہوتا مگر چونکہ یہ افسر جلسہ سالانہ کی بیٹی کا نکاح ہے اور ان کی خدمات کے حوالے سے ان کا حق بنتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ اجازت دی ہے۔ چنانچہ اپنے پیارے امام کی موجودگی میں محترم حیدر علی صاحب ظفر (مربی سلسلہ) نے محترم عبدالرحمن مبشر صاحب افسر جلسہ سالانہ کی بیٹی کے نکاح کا اعلان کیا اور حضور پر نور نے بھی دعا میں شمولیت فرما کر اس تقریب کو برکت بخشی۔

البانین افرلو کے ساتھ مجلس سوال و جواب

مردانہ جلسہ گاہ میں البانین افرلو کے ساتھ ایک مجلس سوال و جواب کا انتظام کیا گیا تھا جس میں حضور انور ایدہ اللہ شام پونے پانچ بجے سے کم و بیش نصف گھنٹے تک تشریف فرما رہے اور سوالات کے جوابات کے علاوہ نومبایعین کو اپنے قیمتی ارشادات سے نوازا۔

ملاقات نومبایعین

شام ساڑھے پانچ بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نومبایعین کی جلسہ گاہوں میں مختلف اقوام کے احباب سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان میں ترک، فرنچ، بنگلہ دیشی اور افغان احباب کو حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضور انور نے ان احباب کو چند نصائح فرمانے کے بعد ان میں سے مرد احباب کو شرف مصافحہ سے نوازا۔ بنگلہ دیشی احباب کو مخاطب کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا بلجیئم میں بنگالی احمدی ہیں وہ بہت اچھا نمونہ دکھا رہے ہیں اور اللہ کے فضل سے وہاں تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جرمنی کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ یہاں ان کو کیا ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا پچھلی دفعہ ان سے زیادہ موجود تھے اب حاضری کم ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ بہت سے بنگلہ دیشی احمدی جو یہاں آتے ہیں وہ دنیا دار بن جاتے ہیں۔ یہاں ان کو وہ دولت ملتی ہے جو وہاں نہیں ملتی اس لئے یہاں آ کر باتیں سنتے ہیں پھر نکال دیتے ہیں اس لئے اب اگر دنیا داری سے باز نہیں آئیں گے تو آہستہ آہستہ دور ہٹتے جائیں گے اور پھر اس وقت آنکھ کھلے گی جب خدا کے حضور جوابدہ ہونگے۔

حضور نے فرمایا ان کی ایک پہچان تو یہاں ہو سکتی ہے۔ بنگلہ ڈیسک کے نگران ان کا جائزہ لیں کہ چندہ دیتے ہیں یا نہیں کیونکہ جو خدا کا حصہ نہ نکالے وہ اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ان باتوں کا ترجمہ امیر صاحب کو تحریری طور پر پہنچایا جائے اور پھر مجھے رپورٹ کی جائے۔ نئی ہدایات کے مطابق بنگلہ دیشی احمدیوں کا فرداً فرداً جائزہ لیا جائے کہ کل کتنے ہیں اور کتنے ہیں جو چندہ دے رہے ہیں۔ اور اس کے مطابق دیتے ہیں جو خدا دے رہا ہے اور کتنے ہیں جو چہرہ دکھاتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا یہ سمجھا دیں ان کو کہ چند بنگالیوں کا پیسہ جماعت کو ایک کوڑی کا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ میں تو ان کو بچانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ مجھے پیسہ میں دلچسپی نہیں آپ کے ایمان میں دلچسی ہے۔ حضور انور کے ان ارشادات کا بنگالی میں ترجمہ کرنے کی سعادت محترم فیروز عالم صاحب کے حصہ میں آئی۔

اس کے بعد حضور نے پانچ افغان (مرد و زن) سے کچھ دیر گفتگو فرمائی۔

اس کے بعد حضور انور ایک خیمہ میں تشریف لے گئے جہاں الکابیر سے تشریف لائے ہوئے بارہ احباب جمع تھے۔ ان کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے انہیں بیداری کے ساتھ خدمت کرنے کی تلقین فرمائی اور خواتین کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا کہ احمدی خواتین جاگیں تو سارا کابیر جاگ جائے گا۔ خدا کا نام لے کر بیدار ہو جائیں اور مستعد ہو جائیں گے تو اللہ آپ کی مدد کرے گا۔

اس کے ساتھ ہی من ہائم میں حضور پر نور کی اس روز کی مصروفیات اختتام کو پہنچیں اور حضور ایدہ اللہ شام سوا چھ بجے مسجد نور فرینکفورٹ تشریف لے گئے جہاں مغرب کے وقت پر حضور نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

(رپورٹ مرتبہ: صادق محمد طاہر - جرمنی)

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

☆......☆......☆

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو ہمیشہ یاد رکھیں۔
(حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم اور دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کئے جاتے ہیں- اردو یا انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں رسائل بھجوانے والوں سے درخواست ہے کہ براہ کرم اہم مضامین اور اعلانات کا خلاصہ اردو یا انگریزی میں بھی ارسال فرمایا کریں- اپنے رسائل ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں :

AL-FAZL DIGEST,6 HARDWICKS WAY,
LONDON SW18 4AJ U.K.

محترم چودھری عبدالحمید صاحب شہید

مجلس خدام الاحمدیہ ہالینڈ کے ترجمان سہ ماہی "نشانِ منزل" کے اپریل تا جون ۹۸ء کے شمارہ میں شہید احمدیت محترم چودھری عبدالحمید صاحب کا ذکر خیر آپکے بیٹے مکرم مظفر حسین صاحب نے کیا ہے-

محترم چودھری صاحب ۱۹۴۰ء میں ضلع ملتان کے ایک گاؤں میں محترم چودھری سلطان علی صاحب کے ہاں پیدا ہوئے- اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے- تقریباً ۴۶ء میں آپ کا سارا خاندان پنجاب سے ہجرت کر کے سندھ میں چلا گیا اور ضلع نوابشاہ میں گوٹھ سلطان علی کے نام سے ایک گاؤں آباد کیا- یہاں آپکے تعلقات محترم مولوی عبدالسلام صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے ہوئے جن کی زمینیں قریب ہی تھیں- چنانچہ احمدیت کا تعارف حاصل ہونے کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۴۹ء میں چودھری سلطان علی صاحب نے بیعت کر لی لیکن آپکی اولاد میں سے صرف محترم چودھری عبدالحمید صاحب نے ۵۹ء میں قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی-

محترم چودھری عبدالحمید صاحب دو سال تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور دو سال خیرپور میں بھی زیر تعلیم رہے- اسی دوران آپکے والد محراب پور (سندھ) منتقل ہو گئے جہاں ۶۵ء میں اُن کی وفات ہو گئی- آپ کا خاندان سماجی خدمات کی وجہ سے بہت مقبول ہو چکا تھا- چونکہ آپکے بھائی احمدی نہ ہوئے تھے اس لئے والد کی وفات کے بعد پورے شہر میں صرف آپ کا گھرانہ ہی احمدی تھا- آپ نے اپنے بچوں کو احمدیت کے ساتھ بہت محنت سے وابستہ کئے رکھا- احمدی معلّمین کو بلا کر انہیں دینی تعلیم دلوائی، جماعتی اخبار و رسائل لگوائے اور ہر سال جلسہ سالانہ پر اپنے ہمراہ ربوہ لے جاتے رہے- خود قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرتے اور جماعتی کتب کا ضرور مطالعہ کرتے- خدمت خلق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور آپ کی نیک نامی سے بعض شیطان صفت لوگ حسد بھی کرتے تھے- ۸۴ء میں آپ کی مخالفت شدت اختیار کر گئی- آپ کے بعض دوستوں نے اطلاع دی کہ مولویوں نے آپکے خلاف اجلاسات کئے ہیں اور بد منصوبے بنائے ہیں- چند روز بعد ۱۰/ اپریل ۸۴ء کو جب آپ بازار سے سائیکل پر اپنی دوکان کی طرف جا رہے تھے تو ایک شخص نے آپ کو آواز دی- آپ کھڑے ہوئے تو اُس ظالم نے پیچھے سے آکر سینے میں چھری گھونپ دی جس نے گہرائی میں جا کر آپکے پھیپھڑے کو بھی زخمی کر دیا تھا- آپ زمین پر بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ سے چھری نکالی- قریباً دو گھنٹے بعد آپ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے- آپ کی تدفین پہلے امانتاً ربوہ میں قطعہ شہداء میں اور پھر بہشتی مقبرہ ربوہ میں عمل میں آئی- آپ کی ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وفات پر ٹاؤن کمیٹی محراب پور، تحصیل کونسل اور ضلعی کونسل نے بھی قرار دادیں پاس کیں اور قاتل کو سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا-

-......☆......☆......☆......-

حضرت سیدہ مہر آپا
اور آپکے بیان فرمودہ ایمان افروز واقعات

ماہنامہ "مصباح" اپریل ۹۸ء کے متعدد مضامین حضرت سیدہ مہر آپا کی سیرۃ اور ذکر خیر پر مشتمل ہیں- اکثر مضمون نگاروں نے آپ کی شفقت، غریب پروری اور منکسر المزاجی کے واقعات بیان کئے ہیں اور آپ کے بزرگوں کے بعض دوسرے ایمان افروز واقعات بھی شامل اشاعت ہیں جو حضرت سیدہ مہر آپا نے بعض مواقع پر بیان فرمائے-

مکرمہ طاہرہ رشید الدین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ حضرت سیدہ مہر آپا بہت دعاگو خاتون تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے بچپن سے ہی دعاؤں سے شغف رہا ہے اور میرے والد محترم جب بھی سفر پر باہر جاتے تو مجھے خاص طور پر دعا کے لئے کہتے اور ساتھ ہی فرماتے کہ بشریٰ کی دعائیں اللہ تعالیٰ بہت سنتا ہے-

مضمون نگار آپ کی قبولیت دعا کے واقعات میں سے ایک یہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے ایک بیٹے کے میڈیکل میں داخلہ کے لئے حضرت سیدہ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا لیکن اسے احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے پریکٹیکل امتحان میں بہت کم نمبر دیئے گئے چنانچہ وہ میڈیکل کالج میں نہ جا سکا- جب حضرت سیدہ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے فرمایا اطمینان رکھو، یہ لوگ جو چاہے کریں اسے ڈاکٹر بننے سے نہیں روک سکتے- جب نتیجہ نکلا تو نمبر کم آنے کی وجہ سے میڈیکل کالج میں داخلہ نہ مل سکا- جب دوبارہ حضرت سیدہ مہر آپا کو حالات بتائے گئے تو آپ نے پُر شوکت انداز میں فرمایا کہ میں اپنی دعا کی بنا پر کہتی ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور ڈاکٹر بنے گا-...... عجیب اتفاق تھا کہ آئندہ سال میرٹ بڑھنے کی بجائے خلاف توقع کم ہو گیا اور اِنکے بیٹے کو داخلہ مل گیا-

حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک بار حضرت سیدہ نے مضمون نگار کو بتایا کہ حضورؓ اکثر جماعت کی فلاح و بہبود کے بارہ میں ہی مشغول ہوتے- ایک دفعہ کسی نے آکر بتایا کہ حضورؓ کے نواسی ہوئی ہے- حضورؓ اپنی ہی سوچ میں خاموش رہے- پھر دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ یہ الفاظ دہرائے اور کہا کہ آپ سنتے ہی نہیں- اس پر حضورؓ نے فرمایا کہ سُن تو لیا ہے، آپ ایک نواسی کا ذکر کر رہی ہیں اور مجھے ہزاروں نواسیوں کی فکر ہے- جماعت میں اتنی بچیاں پیدا ہو رہی ہیں اُن سب کی پرورش، تعلیم و تربیت اور مستقبل کی فکر ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے-

مضمون نگار مزید لکھتی ہیں کہ ایک بار حضرت سیدہ مہر آپا نے بتایا کہ ایک دفعہ بچپن میں مَیں بہت بیمار ہو گئی- میرے والد صاحب نے دادا جان (حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ) جنہیں ہم گھر میں شاہ جی کہا کرتے تھے، کو خاص طور پر دعا کے لئے کہا- انہوں نے فرمایا کہ بشریٰ اللہ کی عزیز ہے یہ ٹھیک ہو جائے گی- لیکن جب بیماری کچھ اور بڑھی تو ابا جان پریشان ہو گئے اور پھر حضرت شاہ جی کی خدمت میں دعا کے لئے درخواست کی اور اپنی تشویش کا اظہار کیا- حضرت دادا جان نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور دعا میں مصروف ہو گئے- میں بھی چارپائی پر پڑی آپؓ کو دیکھ رہی تھی- آپؓ کے جسم میں کپکپی سی طاری ہو گئی اور چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا- تھوڑی دیر بعد یہ حالت جاتی رہی اور دادا جان نے فرمایا کہ ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ "یہ بات تیرے ربّ کی طرف سے حق ہے تو شک کرنے والوں میں سے نہ بن- انشاء اللہ بچی ٹھیک ہو جائے گی"-

مکرمہ سیدہ احسن صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیدہ مہر آپا نے اپنے دادا جان حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کا یہ واقعہ سنایا کہ کسی جگہ آپؓ جس مسجد میں نماز پڑھنے جایا کرتے تھے اُس مسجد کے دروازے پر ایک بڑا زمیندار بیٹھ جاتا اور جب تک آپؓ مسجد میں وضو کرتے اور نماز پڑھتے وہ گندی گالیاں دیتا رہتا مگر آپؓ نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتے اور اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر گھر واپس آتے لیکن کبھی اُسے کچھ نہیں کہا- ایک روز اُس زمیندار نے حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دینی شروع کر دیں- اس پر حضرت شاہ صاحبؓ نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا اس کے سر پر دے مارا- اُس کا ماتھا پھٹ گیا اور خون بہہ نکلا- آپؓ نے اطمینان سے وضو کیا، نماز پڑھی اور واپس لوٹ آئے، زمیندار دروازے پر بیٹھا رہا- شاہ صاحبؓ دوسری نماز کے لئے تشریف لے گئے- دوسرے احمدیوں نے خوف ظاہر کیا کہ یہ زمیندار تو بہت اثر و رسوخ والا ہے لیکن شاہ صاحبؓ نے بے نیازی سے کہا ہمیں اُس کی کوئی پرواہ نہیں- اسکے بعد وہ زمیندار حضرت شاہ صاحبؓ سے کہنے لگا کہ مجھے مرزا غلام احمد کے دعویٰ کے بارے میں بتائیں- شاہ صاحبؓ نے اُسے بتایا تو وہ آپؓ کے پاؤں پر گر گیا کہ میری توبہ قبول کریں اور پھر اپنے سارے خاندان سمیت احمدی ہو گیا- یہ واقعہ حضرت سیدہ کو حضرت مصلح موعودؓ نے سنا کر بتایا کہ اُس زمیندار کے خاندان کا کوئی فرد جب بھی ملاقات کے لئے آتا ہے تو تعارف کے لئے نام کے ساتھ "لوٹے والے" ضرور لکھتا ہے-

حضرت سیدہ مہر آپا کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی شفقت اور محبت بھی بے انتہاء تھی- حضرت سیدہ نے مکرمہ محمودہ صاحبہ سے بیان کیا کہ جب میں نئی نئی بیاہ کر آئی تو اوپر کی منزل میں رہا کرتی تھی- میں بہت سی لڑکیوں کو اکٹھا کر کے کھیلتی تو نیچے حضور کام کر رہے ہوتے تو کہا کرتے کہ دیکھو اوپر کون ہے اگر مہر آپا ہیں تو کچھ نہ کہنا-

مکرمہ امۃ الباسط منور صاحبہ اپنے مضمون میں بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیدہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے ہمیں رات گیارہ بجے تک انتظار کرنا پڑتا تھا- حضورؓ اپنے کھانے پینے کی بالکل پرواہ نہ کرتے اور ہر وقت جماعتی کام ہی اُن کے پیش نظر ہوتے-

-......☆......☆......☆......-

جرمنی سے جرمن زبان میں شائع ہونے والے سہ ماہی "یوگنڈ جورنال ڈیر جماعت" کے گرما ۹۸ء کے شمارہ میں بہت سے مضامین شامل اشاعت ہیں- ایک نومسلمہ امریکن احمدی خاتون کی 'اسلام میں عورت کا مقام' کے موضوع پر تقریر میں مختلف مذاہب کے موازنہ کے بعد ایک امریکی جج کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جنہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے جو حقوق، عزت اور مرتبہ خواتین کو آج سے چودہ سو سال قبل دیا تھا وہ مقام اور مرتبہ مغربی ممالک ابھی تک نہیں دے سکے-

ایک اور مضمون میں مکرم شیخ ناصر احمد صاحب نے معاشرے کی گرتی ہوئی اخلاقی حالت کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اچھے اخلاق کو چھوڑنا اور بری اقدار کو اس طرح اختیار کرنا کہ برائی بری نہ لگے معاشرہ کے زوال پذیر ہونے کی وجہ ہے اور اس کا حل ہے "خدا تعالیٰ پر مکمل یقین"-

-......☆......☆......☆......-

کینیڈا کے ایک پرانے احمدی کی وفات

ماہنامہ "احمدیہ گزٹ" کینیڈا اپریل ۹۸ء کی ایک خبر کے مطابق کینیڈا میں رہائش پذیر ہونے والے سب سے پہلے احمدی مکرم شیخ کرم دین صاحب ۸/ مارچ ۹۸ء کو ساڑھے اٹھانوے برس کی عمر میں وفات پا گئے- آپ ۱۲/ اگست ۱۸۹۹ کو ہندوستان میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۹ء میں کینیڈا میں آباد ہو گئے- آپ نے دونوں عالمی جنگوں میں حصہ لیا- پیشہ کے لحاظ سے آپ درزی تھے اور اپنے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے- آپ کا جنازہ مکرم مبارک احمد نذیر صاحب مربی سلسلہ نے پڑھایا اور نوواسکوشیا کے مسلم قبرستان میں تدفین عمل میں آئی- اگرچہ قبرستان کے دو نگران حضرات نے احمدی ہونے کی بناء پر آپکی تدفین میں روکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف انہیں ناکامی ہوئی بلکہ عہدہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے-

-......☆......☆......☆......-

Muslim Television Ahmadiyya

Programme Schedule for Transmission

09/10/98 - 15/10/98

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Friday 9th October 1998 *17 Jama-diul-Sani*

00.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
00.45 Children's Corner: Yassarnal Qur'an Class No. 25 (R)
01.05 Liqa Ma'al Arab: Session No. 337
02.10 Quiz Programme: History of Ahmadiyyat, Part 61. (R)
02.55 Urdu Class: With Huzoor Class No. 310 (R)
04.00 Learning Arabic: Lesson No. 13 (R)
04.15 MTA Variety: Speech by Maulana Mohammad Azam Akseer Sahib (R)
04.50 Homeopathic Class: With Hazur Lesson No. 168 Rec: 17.07.96 (R)
06.05 Tilawat, Seerat-un-Nabi, News
06.50 Children's Corner: Yassarnal Qur'an Class No. 25. (R)
07.11 Pushto Programme: Darsul Hadith
07.25 Pushto Prog: Waqfeen-e-nau - Pishawar
07.55 Tabarrukaat: Speech by Ch Mohammad Zafarullah Khan Sahib J/S Rabwah 1970
08.45 Liqa Ma'al Arab: Session No.337 (R)
09.55 Urdu Class: with Huzoor Session No. 310
11.00 Computer for Everyone: Part 79
11.35 Bengali Service: Lets Learn Doa, By Lajna Imaillah - Dhaka
12.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.50 Adverts, Part of Nazm & Darood Shareef
13.00 Friday Sermon - LIVE
14.00 Documentary: Tarbiyyati Class Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya 1998
14.55 Rencontre Avec Les Francaphones(New): With Huzoor & French Speaking Guests
15.55 Liqa Ma'al Arab: No. 338 With Hazur
16.55 Qaseedah
17.00 Friday Sermon By Hazur Rec: 09.10.98 (R)
18.05 Tilawat Seerat un Nabi
18.35 Urdu Class: With Hazur, Rec: 07.10.98
19.40 German Service: Kinders Seudung & more
20.40 Children's Class: No. 112, Final Part. With Hadhrat Khalifatul Masih IV
21.10 Medical Matters: Pain of Joints
21.45 Friday Sermon By Hazur, Rec: 09.10.98 (R)
22.55 Rencontre Avec Les Francaphones(R): With Huzoor, Rec: 05/10/98 (R)

Saturday 10th October 1998 *18 Jama-diul-Sani*

00.05 Tilawat, Darsul Hadith, News
00.35 Children's Class: No.112, Final Part (R)
01.10 Liqa Ma'al Arab: Session No.338 (R)
02.05 Friday Sermon: With Hazur Rec: 09.10.98
03.15 Urdu Class(New):With Hazur Rec: 07.10.98
04.20 Computer For Everyone: Part 79 (R)
04.55 Rencontre Avec Les Francaphones(R) With Huzoor, Rec: 05.10.98
06.05 Tilawat, Darsul Hadith, News
07.05 Children's Corner: No.112, Final Part (R)
07.35 Saraiky Programme: Mulaqat with Huzoor Rec: 23/06/95, With Saraiky Translation
08.40 Dars Malfoozat By Jamal-u-Din Shams
08.50 Medical Matters: Pain of Joints (R)
09.20 Liqa Ma'al Arab: Session No.338 (R)
10.20 Urdu Class: With Huzoor Rec: 7.10.98 (R)
11.25 MTA Variety: Speech
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning Danish: Lesson No. 11
13.15 Indonesian Hour: 1) Children's Corner : Atfal ul & Nasirat ul Ahmadiyya & More
14.15 Bengali Programme: A Discussion on Hadith La Nadiya Baadi & more.....
15.15 Children's Mulaqat (New): Rec. 10/10/98
16.25 Liqa Ma'al Arab: Session No.339
17.25 Al-Tafsir ul Kabir: Programme No.13
18.05 Tilawat, Darsul Hadith
18.15 Urdu Class(New): Rec. 09/10/98
19.20 German Service: MTA Variety, Der Diskussionskries.
20.25 Children's Corner: Qur'an Quiz, No. 25
20.45 Q/A Session with Huzoor and Khuddam. Rec: 04.10.98 (R)
22.15 Children's Class: Rec. 10/10/98 (R)
23.15 Learning Danish: Lesson No.11 (R)

Sunday 11th October 1998 19th jama-Diul-Sani

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.40 Children's Corner: Qur'an Quiz, No.25 (R)
01.00 Liqa Ma'al Arab: Session No.339 (R)
02.05 Canadian Horizon: Q/A Session held in Toronto, With Huzoor, Rec: 22/06/96
02.55 Urdu Class(New): Rec. 09/10/98 (R)
04.00 Learning Danish: Lesson No. 11 (R)
04.50 Children's Class(New): Rec. 10/10/98 (R)
06.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
06.55 Children's Corner: Qur'an Quiz, No.25 (R)
07.15 Friday Sermon: Rec.09/10/98 (R)
08.20 Q/A Session: With Huzoor and Ansar (R)
09.50 Liqa Ma'al Arab: Session No.339 (R)
10.55 Urdu Class (New): Rec. 09/10/98 (R)
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Chinese: Lesson No. 99
13.10 Indonesian Hour: Tilawat, Sinar Islam....
14.05 Bengali Service: Lajna discussion, More.....
15.05 Mulaqat: Huzoor and English speaking guests.
16.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 340
17.15 Q/A with Huzoor and Albanian/ Bosnian friends from Germany. Rec:13/09/95 Final
18.05 Tilawat, Seeratun Nabi
18.35 Urdu Class(New): Rec. 10/10/98
19.40 German Service: Qur'an Class, Physik....
20.45 Children's Corner: Workshop No.6
21.15 Dars ul Qur'an: No.9 Rec: 10.01.98
22.30 MTA Variety: Speech
23.15 Learning Chinese: Lesson No. 99 (R)

Monday 28th September 1998 20th Jama-Diul-Sani

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.40 Children's Corner: Workshop No.6 (R)
01.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 339 (R)
02.15 MTA USA: Introduction to Huzoor and Q/A Session. Rec:20/10/94 Part 1
03.15 Urdu Class(New): Rec. 10/10/98 (R)
04.25 Learning Chinese: Lesson No.99 (R)
04.55 Mulaqat with Huzoor and English speaking friends. (R)
06.00 Tilawat, Dars Malfoozat, News
06.50 Children's Corner: Workshop No.6 (R)
07.25 Dars ul Quran: With Huzoor, No. 9 Rec: 10/01/98 (R)
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No. 340 Rec: 06/11/97 (R)
09.55 Urdu Class(New): Rec. 10/10/98 (R)
11.00 MTA Sports: Cricket match from Rabwah Final Part
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Norwegian: Lesson No. 77
13.10 Indonesian Hour
14.10 Bengali Service: Ahmadiyyat's stand on Khattam un Nabiyeen, Nazm, More....
15.10 Homeopathic Class: Lesson No.169
16.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 341
17.20 Turkish Programme: with Dr. Abdul Ghaffor Sahib.
18.05 Tilawat, Darsul Malfoozat.
18.30 Urdu Class: Lesson No. 307
19.35 German Service: Begegnung mit Huzoor, Mach mit, More.....
20.35 Children's Class: No.113, Part 1
21.05 Rohani Khazaine
21.35 MTA Variety: Speech by Dr. Zahid Ahmad Khan Sahib.
22.00 Homeopathic Class: Lesson No.169 (R)
23.05 Learning Norwegian: Lesson No. 77 (R)

Tuesday 13th October 1998 *21st Jama-Diul-Sani*

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.45 Children's Class: No. 113, Part 1 (R)
01.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 341 (R)
02.20 MTA Sports: Cricket Match from Rabwah Final Part
03.05 Urdu Class: Lesson No.307 (R)
04.10 Learning Norwegian: Lesson No. 77 (R)
04.45 Homoeopathic Class: Lesson No. 169 (R)
06.00 Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.45 Children's Class: No. 113, Part 1 (R)
07.15 Pushto Programme: Friday Sermon Rec: 11/04/97
08.20 Rohani Khazaine: (R)
09.00 Liqa Ma'al Arab: Session No. 341 (R)
10.05 Urdu Class: Lesson No. 307 (R)
11.10 Medical Matters
11.35 MTA Variety: Speech by Maulana Laiq Ahmad Tahir Sahib.
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning French: Lesson No. 9
13.10 Indonesian Hour: Huzoor's Friday Sermon Rec: 07/11/97
14.10 Bengali Service: J/S address at Chittagong by National Amir Sb, Nazm, More......
15.15 Tarjumatul Quran Class: With Huzoor Rec: 13/10/98
16.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 342
17.25 Norwegian Item: Contemporary Issues.
18.05 Tilawat, Dars ul Hadith
18.25 Urdu Class: Lesson No. 308
19.35 German Service: Mathmatik, Lies Mal.
20.30 Children's Corner: Yassarnal Quran Class Lesson No. 26
20.50 Waqfeen e Nau Programme: Various
21.40 Hamari Kaenat: Programme No. 144
22.10 Tarjumatul Quran Class: Rec. 13/10/98 (R)
23.15 Learning French: Lesson No. 9 (R)

Wednesday *14th October 1998* *22nd Jama-Diul-Sani*

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.30 Children's Corner: Yassarnal Quran Class Lesson No. 26 (R)
00.50 Liqa Ma'al Arab: Session No. 342 (R)
01.55 Medical Matters
02.20 Waqfeen e Nau Programme: Various (R)
03.10 Urdu Class: Lesson No. 308 (R)
04.15 Learning French: Lesson No. 9 (R)
04.50 Tarjumatul Quran Class: with Huzoor (R)
06.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat, News
06.40 Children's Corner: Yassarnul Quran No.26
07.00 Swahili Programme: Discussion of Islam
07.50 Hamari Kaenat: Programme No. 144 (R)
08.20 MTA Variety: Seerat Sahaba
09.00 Liqa Ma'al Arab: Session No. 342 (R)
10.10 Urdu Class: Lesson No. 308 (R)
11.15 MTA Variety: Durr e Sameen, Part 2
12.00 Tilawat, News
12.35 Learning German: Lesson No. 9
13.05 Indonesian Hour: Hadith, Dars ul Quran,...
14.05 Bengali Service: Huzoor's Friday Sermon Rec: 17/04/98
15.10 Tarjumatul Quran Class(new): Rec14/10/98
16.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 343
17.20 French Item: Children's Programme No.15
18.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat
18.25 Urdu Class: Lesson No. 309
19.35 German Service: Kinder lernen Namaz,.....
20.40 Children's Class: No.113, Part 2
21.10 MTA Lifestlye: Perahan
22.00 Tarjumatul Quran Class: Rec. 14/10/98 (R)
23.05 Learning German : Lesson No. 9 (R)
23.40 Documentary: The 1998 Classic Car Show

Thursday 15th October 1998 23rd jama-Diul-Sani

00.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
00.40 Children's Class: No. 113, Part 2 (R)
01.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 343 (R)
02.30 MTA Variety: Durr e Sameen, Part 2 (R)
03.00 Urdu Class: Lesson No. 309 (R)
04.05 Learning German: Lesson No. 9 (R)
04.50 Tarjumatul Quran Class: Rec.14/10/98 (R)
06.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
06.40 Children's Class: No. 113, Part 2 (R)
07.10 Sindhi Programme: Friday Sermon Rec: 15/10/98
08.15 MTA Lifestyle: Perahan (R)
08.50 Liqa Ma'al Arab: Session No. 343 (R)
10.05 Urdu Class: Lesson No. 309 (R)
11.15 Quiz: History of Ahmadiyyat, Part 62
12.05 Tilawat, News
12.45 Learning Arabic: Lesson No. 14
13.05 Indonesian Hour:
14.10 Bengali Service: Q/A with Huzoor(95), Pt 2
15.05 Homeopathy Class: Lesson No. 170
16.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 344
17.25 Swedish Item: Jalsa Masih e Maud (AS)
18.05 Tilawat, Dars Malfoozat.
18.20 Urdu Class: Session No 310
19.20 German Service
20.40 Children's Corner: Yassarnul Quran, Pt 27
21.00 From the Archives: Tabarrukat
21.50 Homeopathy Class: Lesson No. 170 (R)
22.55 Learning Arabic: Lesson No. 14 (R)
23.15 MTA Variety: Seerat Sahaba

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (0181) 870 8517
Fax: (0181) 870 1095

Vol. 5 | Friday, October 9. 1998 | No. 41

حاصل مطالعہ

(دوست محمد شاہد، مؤرخ احمدیت)

عالمی میڈیا اور مسلم دنیا کے ارباب اقتدار

ملت کے فدائی سیدنا محمود المصلح الموعودؓ نے آج سے باون برس پیشتر اپنے درد دل کا اظہار کرتے ہوئے مسلم دنیا کو انتباہ فرمایا:۔

جو چال چلے ٹیڑھی جو بات کہے الٹی
بیماری اگر آئی تم اس کو شفا سمجھے
کیوں قعر مذلت میں گرتے نہ چلے جاتے
تم بوم کے سائے کو جب ظلِ ہما سمجھے
غفلت تری اے مسلم کب تک چلی جائے گی
یا فرض کو تو سمجھے یا تجھ کو خدا سمجھے

(الفضل ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۶ء)

آہ! مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور عوام دونوں نے خدا کے اس برگزیدہ اور محبوب بندہ کی آواز سنی اور ان سنی کر دی جس کا خمیازہ آج انہیں کس طرح عالمی سطح پر بھگتنا پڑ رہا ہے اس کا دردناک نقشہ لاہور کے ایک مذہبی ترجمان نے درج ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔ اے کاش اسلام کے نام لیوا اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور خدا کے فضلوں کے ابدی وارث ثابت ہوں۔ لکھا ہے:

"اگر دنیا کے آج کے حالات اور آج سے ۱۴۰۰ سو سال قبل کے جزیرۃ العرب کے حالات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہالت اور گمراہی کا جو گھٹاٹوپ اندھیرا وہاں چھایا ہوا تھا کم و بیش ویسی ہی تاریکی میں ہماری جدید دنیا بھی لپٹی ہوئی ہے۔ عورت کی جو بے وقاری وہاں تھی اس کی وہی ناقدری اور بے حرمتی ہمارے ہاں بھی ہے، اس کے ساتھ جبر و تشدد بھی اسی طرح کا ہو رہا ہے، اس کی آبروریزی کی شرح فیصد رو بہ اضافہ ہے اسے اگر وہاں آنکھ کھلتے ہی تہہ خاک کر دیا جاتا تھا تو ہمارے ہاں اسے پال پوس کر، پڑھا لکھا کر تربیت کر کے بڑے ارمانوں کے ساتھ بابل کے گھر سے رخصت کیا جاتا ہے کہ سسرال میں راج کرے گی، دودھوں نہائے گی، پوتوں پھلے گی۔ لیکن اس کا جیون ساتھی، ماں جیسی ساس اور بہن جیسی نندا سے جہیز کی قربان گاہ پر زندہ نذر آتش کر دیتے ہیں۔ نہ سماج کچھ کر پاتا ہے نہ قانون۔ زیادہ سے زیادہ چند کو سزا ہو جاتی ہے۔ اکثر سزا سے بچ نکلتے ہیں مگر اس انسانیت سوز عمل کا سدباب نہیں ہو پاتا۔ جس طرح اُس وقت کے عرب میں غریب کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی، ہماری آج کی متمدن دنیا میں افلاس کی پست ترین سطح سے بھی نیچے کروڑوں انسان بھوک، بے لباسی اور بے دردی کا شکار ہیں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے غیر اخلاقی اور غیر انسانی قانون کا چلن اس وقت کی عرب دنیا میں جس طرح عام تھا اسی طرح ہماری دنیا میں اسی قانون کا راج ہے۔ شکلیں جداگانہ ضرور ہیں پر عمل اور اثرات ایک ہی ہیں۔ جس طرح کا تفاخر عرب متکبروں میں نسل در نسل چلنے والے تنازعوں کو جنم دیتا تھا وہی تفاخر ہماری تجارت و صحافت کے اعصاب پر یہ ایسی سوار ہے کہ پانچ لاکھ کی گاڑی کے ساتھ عورت کی تصویر دینا ضروری ہے حالانکہ کوئی ایک خریدار بھی اس عورت کی تصویر کی وجہ سے گاڑی نہیں خریدے گا۔ غرض رفتہ رفتہ، زینہ بزینہ، قدم بقدم ہماری سوسائٹی کو مغرب کی پامال راہوں پر لے جا کر دم کٹی لومڑی کی مانند بنانے کا عمل جاری ہے۔ جب یہ عمل آگے بڑھ چکا ہوگا تو ایمان و غیرت اور تحریک و جہاد کا دم خود بخود گھٹ چکا ہوگا۔

الیکٹرانک اور پرنٹ کا عالمی میڈیا آج کل جن ایشوز پر زیادہ دہشت پھیلا رہا ہے ان سب کا تعلق بالعموم مسلم دنیا سے ہوتا ہے۔ بنیاد پرستی، دہشت گردی، منشیات فروشی، بموں کے دھماکے، مذہب کی طرف رجوع کوئی بھی عنوان لے لیجئے مسلم معاشروں، مسلم اقدار، مسلم شخصیات، مسلم تحریکوں اور مسلم جذبات و احساسات پر تازیانے لگائے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ اقبال نے "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے حوالے سے جو بات کہی تھی کہ "مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے"۔ اہل مغرب نے اسے اپنے دل و دماغ میں بسا لیا ہے۔ اسلام اور مسلم کا مثلہ کرنے کا عمل جاری ہے اور بدقسمتی سے تمام مسلم دنیا کا اہل زر، اہل اثر اور صاحب اقتدار طبقہ مٹی کا ڈھیر بن چکا ہے۔ استعماری ادارے جب اور جدھر چاہتے ہیں اس کا منہ پھیر دیتے ہیں۔ یہ بیچارے اس سمت کو جاتے ہیں۔ حق کو ناحق، مظلوم کو ظالم اور روشنی کو تیرگی قرار دینے کا عمل جاری ہے۔ ساری دنیا میں ان کا ڈنکا بج رہا ہے۔

آج کی میڈیا وار یعنی چوتھی عالمگیر جنگ کے فریق غالب کا یہ خواب مقصد اور ہدف ہے اور فی الوقت اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ معاشرے میں اسلامی حوالے، اسلامی امنگیں، اسلامی اہداف، اسلامی تحریک، اسلامی قیادت سب غیر متعلق بن چکی ہیں۔ اسلام کے نام پر بننے والی اور بار بار اٹھ کھڑی ہونے والی یہ قوم آج سود کے بیوپاریوں کے لئے دل و جان چھڑکنا چاہتی ہے یا کم از کم ووٹ نچھاور کرنا چاہتی ہے۔ یہ اقتداری تبدیلی آج کی میڈیا وار کی ایک نمایاں کامیابی ہے اور مستقبل قریب میں اس میں اضافہ ہی ہوگا۔ دوسری طرف اس اقتداری تبدیلی کا یہ اثر ہے کہ میڈیا کے محاذ پر اسلامی قوتوں کے جو مورچے ہو سکتے ہیں وہ کم بھی ہیں اور بے آباد بھی۔ اسلامی حوالوں سے بات کرنے والے اہل زر بھی اور عام طبقہ بھی (جو ہمیشہ نظریاتی تحریکوں کا اصل سرمایہ ہوتا ہے) درپیش ابلاغی چیلنجوں سے واقف نہیں۔ ہمیں اس جانب فوری توجہ دے کر اہم اقدام کرنا ہونگے ورنہ "ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔

(ماہنامہ "الرشید" لاہور، مارچ ۱۹۹۷ء صفحہ ۵۹، ۶۰)

☆......☆......☆

پاکستان کا نظام

جمعیت علماء اسلام کے صدارتی امیدوار اور قومی اسمبلی میں پارلیمانی لیڈر "مولانا" محمد خان شیرانی کی نظام پاکستان کے متعلق گوہر افشانی!!

"۱۹۹۰ء کی حکومت میں جب نواز شریف آئے تو شریعت بل کے نام سے ایک بل اسمبلی میں پیش کیا گیا جس کو تمام مذہبی جماعتوں نے اتفاق سے مسترد کر دیا۔ آپ اپنی ضد پر رہے اور اسی بل کو پاس کیا اور اس میں یہ بھی دفعہ موجود ہے رہا اس ملک میں اس وقت تک موجود رہے گا جب تک دنیا میں اس کے مقابلے میں کوئی نیا نظام متعارف نہ ہو۔ اس پر پیپلز پارٹی نے ہاؤس کے اندر احتجاج کیا۔ یا تو شریعت کا نام اس کے ٹائٹل سے ہٹا دو یا پھر اس دفعہ کو اس سے حذف کرو۔ یہ تو خدا اور رسول سے جنگ ہے۔ آپ اللہ کے قانون کے مقابلے میں قانون بنا رہے ہیں لیکن آپ نے نہ تو مذہبی جماعتوں کی بات سنی اور نہ ہی پیپلز پارٹی کی بات مانی۔ اب آپ بتائیں، جو اتنا ضدی ہو کہ جو پوری قوم کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے میں لا کھڑا کر دے اور کسی کی نہ سنتا ہو کیا اب میں اس کو دیندار کہوں یا جنہوں نے احتجاج کیا کہ یا شریعت کا نام ہٹاؤ یا یہ دفعہ حذف کرو اس کو دیندار سمجھوں۔ ساری باتیں سننے کے بعد غازی عبداللہ صاحب بولے کہ مولانا بہرحال آپ کو ماننا پڑے گا کہ پیپلز پارٹی بے دین جماعت ہے اور مسلم لیگ دیندار جماعت ہے۔ میں نے کہا کہ پی پی بے دین جماعت ہے اور آپ بھی بے دین ہیں لیکن پیغمبر انقلاب فرماتے ہیں کہ (ترجمہ): جب آپ دو مصیبتوں میں پھنس جائیں تو نسبتاً جو کمزور مصیبت ہو اس کا ساتھ دیا جائے۔ مسلم لیگ جاگیرداروں، سرمایہ داروں کی ایک انجمن ہے۔ آپ اپنی قوت اور سرمایہ کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں لہذا دنیا کچھ بھی کرے آپ اپنی ڈگر پر چلتے ہیں، کسی کی سنتے بھی نہیں ہیں۔ پیپلز پارٹی بے دین ہے لیکن جب وہ کوئی خلاف شریعت قانون بنا رہی ہوتی ہے تو تھوڑے شور شرابے کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ جاتی ہے اور آئین میں تبدیلی نہیں کرتی اس لئے وہ آپ کی نسبت کم بے دین ہے۔ اس پر آپ بتائیں کہ کیا میں آپ کا ساتھ دوں یا اس کا۔ فرق صرف یہ ہے کہ جہاں تک عورت کی حکمرانی کا تعلق ہے تو اس کی مثال میں یوں دوں گا کہ کسی امام صاحب نے کہا کہ اگر انسانی جسم سے خون نکل آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک مزدور بکریاں چرانے والا جب ریوڑ جنگل میں لے گیا اب تھا وہ باوضو اسے پیشاب کرنے کی حاجت ہوئی۔ اس نے جب پاخانہ کیا تو پاخانے کے عین درمیان میں اسے ایک باریک سے خون کی لکیر نظر آئی اور وہ بھاگا بھاگا مولوی صاحب کے پاس گیا۔ کہ مولوی صاحب کیا پاخانے میں اگر باریک سی خون کی لکیر آجائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تو اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اگر پورے پاخانے سے نہیں ٹوٹتا تو پھر ایک باریک سی لکیر سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ تو جب نظام ہی ایسا غیر اسلامی ہے تو یہ ڈھیر سارا پاخانہ ہے یہ تو اس نظام کی ایک لکیر ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر پورا نظام ہی غلط ہے"۔

(روزنامہ "مرکز" اسلام آباد ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۷ء صفحہ الف خصوصی اشاعت)

☆......☆......☆

صحابہ رسولؐ کی بے نظیر اطاعت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"صحابہؓ ایسے بہادر تھے کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ نے ان سے کہا کہ دریا کے کنارے پر جاؤ کچھ کام ہے۔ تین سو آدمی روانہ ہوئے۔ اور میں حیران ہوا کہ یہ نہیں پوچھا کہ ہماری رسد کا کیا انتظام ہوگا۔ کچھ کھجوریں مدینہ سے لے گئے جو رستے ہی میں ختم ہو گئیں۔ جب کچھ پاس نہ رہا تو کیکر کے پتے پھانک کر گذارہ کرتے رہے۔

پھر ایک وہیل مچھلی مل گئی جس پر تین سو آدمیوں نے سترہ روز تک گذارہ کیا۔ دیکھو اتباع۔ کیا محبت تھی جو ان لوگوں میں تھی"۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۱۴۰)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْهُمْ تَسْحِيقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔